اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوۡنَ

حقوق القرآن

مع

احکام التجوید

افادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

انتخاب وترتیب

محمد زید مظاہری، ندوی، استاد دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ، دوبگہ، ہردوئی روڈ، لکھنؤ

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب: حقوق القرآن مع احکام التجوید

افادات: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

مرتب: مفتی محمد زید مظاہری ندوی

صفحات: ۱۶۸

ویب سائٹ............WWW.alislahonline.com

ناشر: ادارہ افادات اشرفیہ، دوبگا ہردوئی روڈ لکھنؤ

اشاعت دوم: ۱۴۳۱ھ

ملنے کے پتے

☆ دیوبند وسہارنپور کے تمام کتب خانے

☆ مکتبہ ندویہ ندوۃ العلماء لکھنؤ فون نمبر 0522-2741225

☆ مکتبہ اشرفیہ، اشرف المدارس ہردوئی

☆ مکتبہ رحمانیہ، ہتورا، باندہ

اجمالی فہرست

باب(۱) فضائل قرآن مجید احادیث نبویہ کی روشنی میں	۱۹
باب(۲) قرآن پاک کے حقوق ادا کرنے کی اہمیت	۳۲
باب(۳) تصحیح قرآن اور تجوید کی ضرورت واہمیت	۴۶
باب(۴) تدبر قرآن اور درس قرآن	۵۰
باب(۵) خصوصیات قرآن	۵۹
باب(۶) تعلیم قرآن کی فضیلت	۶۵
باب(۷) شبہات کے جوابات	۷۶
باب(۸) حفاظتِ قرآن	۹۲
باب(۹) متفرق احکام	۹۹
باب(۱۰) قرآن پاک چھونے اور پڑھنے سے متعلق ضروری احکام	۱۰۸
باب(۱۱) قرآن کی اشاعت سے متعلق ضروری احکام	۱۱۸
رسالہ احکام التجوید مع خلاصۃ التجوید	
باب(۱) تجوید کی ضرورت	۱۳۲
باب(۲) لہجہ کی حقیقت	۱۴۳
باب(۳) خلاصۃ التجوید	۱۵۱
باب(۴) اوقاف قرآن مجید	۱۵۹

فہرست مضامین

عناوین	صفحات
عرض مرتب	۱۶
باب ۱ **فضائل قرآن مجید احادیث نبویہ کی روشنی میں**	
قرآن شریف پڑھنے والے کی فضیلت	۱۹
قرآن شریف پڑھنے پڑھانے کی فضیلت	۲۰
قرآن شریف پڑھنے والے کے والدین کا اجر وثواب	۲۰
حافظ قرآن کے والدین کا اجر وثواب	۲۱
قرآن نہ پڑھنے والے کی مذمت	۲۲
قرآن پڑھنے سے دل کی صفائی ہوتی ہے	۲۲
اٹک اٹک کر پڑھنے والے کی فضیلت	۲۲
جو لوگ بہت اچھا نہ پڑھ سکتے ہوں ان کے لئے ہدایت	۲۳
جن کو پڑھنا نہ آئے ان کے لئے سننا ہی کافی ہے	۲۳
قرآن شریف سننے کی فضیلت	۲۳
باوضو قرآن سننے کی فضیلت	۲۴
کھڑے ہو کر نماز میں قرآن پڑھنے سے سو اور بیٹھ کر پڑھنے سے پچاس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے	۲۴
قرآن کی تلاوت افضل عبادت ہے	۲۵
قرآن کی تلاوت کرنا اللہ سے گفتگو کرنا ہے	۲۵
سب سے زیادہ غنی وہ لوگ ہیں جن کے سینہ میں قرآن پاک ہے	۲۵
اہل قرآن کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی ہدایت اور نصیحت	۲۶
اہل قرآن وحافظ قرآن کا اکرام کرو	۲۷

قرآن پاک پڑھانے والے کا اکرام	۲۷
جو حفاظ و قراء اور علماء کا اکرام نہ کرے وہ میری امت میں سے نہیں	۲۸
بےعمل اہل قرآن کے لیے سخت وعید	۲۸
قرآن پاک کی تلاوت سے برائیاں چھوٹ جاتی ہیں	۲۹
قرآن پڑھ کر دعاء مانگنے سے دعا قبول ہوتی ہے	۲۹
سورۂ یٰسٓ پڑھنے سے سارے کام بن جاتے ہیں	۳۰
سورۂ واقعہ ہر رات پڑھنے سے رزق میں برکت ہوگی فاقہ کبھی نہ ہوگا	۳۰
سورۂ اخلاص (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) کی فضیلت	۳۱
سورۂ بقرہ اور آل عمران کی فضیلت	۳۱

باب ۲
قرآن پاک کے حقوق ادا کرنے کی اہمیت

تلاوت قرآن پاک کی فضیلت	۳۲
تلاوت قرآن کی حقیقت و اہمیت	۳۳
تلاوت قرآن کے حقوق	۳۴
قرآن پاک کی حق تلفی اور اس کا غلط استعمال	۳۵
قرآن شریف کو صرف تعویذ گنڈے میں استعمال کرنا اس کے حق کو تلف کرنا ہے	۳۵
قرآن پاک تلاوت کرنے کے مختصر آداب	۳۸
قرآن مجید کی تلاوت کے چند ضروری آداب	۳۹
تلاوت کا اہم ادب جو تمام آداب کو جامع ہے	۳۹
قرآن مجید کا ادب	۴۰
قرآن مجید سے متعلق بعض کوتاہیاں	۴۰
تلاوت کرنے میں کوتاہی	۴۱

اگر تلاوت میں لذت نہ آتی ہو اور الفاظ صحیح نہ نکلتے ہوں	۴۲
اگر آواز اچھی نہ ہو	۴۳
قرآن شریف کے الفاظ بھی نفع سے خالی نہیں	۴۳
بلاسمجھے تلاوت بھی باعث اجر وثواب اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے	۴۴

باب ۳
تصحیح قرآن اور تجوید کی ضرورت واہمیت

طریقۂ کار اور دستور العمل	۴۶
تصحیح قرآن اور تجوید کی طرف سے بے توجہی	۴۷
خطرناک حالت	۴۸

باب ۴
تدبر قرآن اور درس قرآن

قرآن میں تدبر کرنے کی ضرورت	۵۰
اہل علم کی کوتاہی	۵۰
قرآن پاک کی تاثیر آج بھی موجود ہے	۵۱

فصل

ترجمہ قرآن پاک وتفسیر کی ضرورت	۵۲
ترجمہ وتفسیر پڑھنے کا طریقہ	۵۳
خود ترجمہ وتفسیر کا دیکھنا کافی نہیں کسی استاذ سے پڑھنے کی ضرورت ہے	۵۴
درس قرآن کا طریقہ	۵۶
ترجمہ وتفسیر پڑھنے اور پڑھانے والوں کے شرائط اور ضروری ہدایات	۵۶
پڑھے لکھے لوگوں کے لئے دستور العمل	۵۷
عوام الناس کے لئے درس قرآن کا دستور العمل	۵۸

باب۵
خصوصیات قرآن

قرآن شریف نظم میں کیوں نہیں نازل کیا گیا؟	۵۹
قرآن شریف کی خوبی اور ایک اعجاز	۵۹
قرآن کی خصوصیت ہے کہ مسلمانوں سے سیکھے بغیر کوئی قوم اس کو صحیح نہیں پڑھ سکتی	۶۰
حفاظ کی کثرت قرآن کا کھلا ہوا معجزہ ہے	۶۲
شیعہ حافظ قرآن ہو سکتے ہیں یا نہیں؟	۶۳

باب۶
تعلیم قرآن کی فضیلت

حامل قرآن کی اہمیت	۶۵
اہل قرآن کا ادب	۶۶
حفظ قرآن پاک کی ضرورت	۶۶
ضرورتِ حفظ قرآن کی عجیب دلیل	۶۸
حفاظ وقرّاء کی فضیلت	۶۸
حفظ کرنے سے کیا دماغ کمزور ہوتا ہے؟	۶۹
سب سے پہلے بچوں کو قرآن پاک پڑھانا چاہئے	۷۰
ہندی انگریزی تعلیم سے پہلے دینی تعلیم ضروری ہے	۷۰
جب آپ کو اللہ تعالی سے محبت ہے اس کا کلام بھی محبوب ہونا چاہئے	۷۱
تلاوت کرنے میں حق تعالی سے ہمکلامی کا شرف	۷۳
علماء وطلبہ اور دینداروں سے شکایت	۷۴
عوام وخواص کی قرآن کی طرف سے بے توجہی	۷۵

باب ۷
شبہات کے جوابات

اس شبہ کا جواب کہ بے سمجھے قرآن پڑھنے پڑھانے سے کیا فائدہ؟	۷۶
بے سمجھے تلاوت کرنے کا بھی یقینی فائدہ	۷۷
قرآن پڑھنے کی اہمیت اور اس کے الفاظ مقصود ہونے کی شرعی دلیل	۷۹
قرآن کے الفاظ ونقوش کے مقصود اور ضروری ہونے کی شرعی دلیل	۸۰
قرآن کے بعض خواص صرف الفاظ سے متعلق ہیں	۸۱
نماز میں قرآن کا ترجمہ پڑھنے سے نماز درست نہ ہوگی	۸۱
ہر شئے کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک معنی اور دونوں ہی مقصود ہوتے ہیں	۸۲
الفاظ قرآن کو حق تعالیٰ سے زیادہ قرب ہے	۸۳
الفاظ قرآن پڑھنے کا ایک بہت بڑا نفع	۸۴
قرآن پڑھنے کا ایک ادب	۸۵
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک الفاظ قرآن کی اہمیت	۸۵
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا الفاظ قرآن سے عشق	۸۶
تلاوت قرآن میں لذت کب آتی ہے	۸۶
الفاظ قرآن کے مقصود ہونے کی ایک اور عجیب دلیل	۸۷
جب ہم سمجھتے نہیں تو قرآن پڑھنے سے کیا فائدہ؟ کا نظریہ رکھنے والوں سے صاف صاف باتیں	۸۷
حق تعالیٰ سے محبت کا تقاضا ہے کہ اس کے کلام کی حفاظت کی جائے	۸۹
خلاصۂ کلام	۹۰
ایسے لوگ تباہ وبرباد ہوجائیں گے	۹۰

باب ۸
حفاظتِ قرآن

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے	۹۲
اس شبہ کا جواب کہ جب خدا قرآن کا محافظ ہے تو ہم کو اس کی حفاظت کی کیا ضرورت؟	۹۳
قرآن کا اصل محافظ اللہ تعالیٰ ہی ہے بندوں کا محض نام ہے	۹۴
حق تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہم سے یہ خدمت لے لی حفاظتِ قرآن مسلمانوں کے لیے فخر کی چیز ہے	۹۶
مسلمان اگر قرآن کی حفاظت نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ دوسری قوم پیدا کر کے اس سے یہ کام لے گا	۹۷

باب ۹
متفرق احکام

قرآن شریف کو پڑھنے اور یاد کرنے کا فقہی حکم	۹۹
کتنا قرآن مجید بھول جانے پر وعید ہے	۹۹
بھولا ہوا قرآن مجید یاد کرنے کا ایک طریقہ	۹۹
قرآن شریف میں دیکھ کر تلاوت کرنا افضل ہے یا زبانی	۱۰۰
اگر تلاوت میں جی نہ لگتا ہو	۱۰۱
تلاوتِ قرآن کے وقت کیا تصور کریں	۱۰۲
حفظ قرآن میں وقت زیادہ صرف کریں یا تلاوت کلام پاک میں	۱۰۲
ذکر سے زیادہ تلاوت سے شغف ہونا چاہئے	۱۰۳
ذکر کے بہ نسبت تلاوت قرآن سے رغبت کی زیادتی محمود ہے	۱۰۳
تیز رواں کثرت سے تلاوت کرنا	۱۰۴
غور وفکر اور تدبر کے ساتھ تلاوت کرنا سنت ہے	۱۰۴
بجائے تلاوت قرآن مجید کے تفسیر دیکھنا	۱۰۵

قرآن شریف کی تلاوت ہو رہی ہو کیا اس کا سننا واجب ہے	۱۰۵
مسئلہ کی مزید تحقیق	۱۰۶

باب۱۰
قرآن پاک چھونے اور پڑھنے سے متعلق ضروری احکام

ناپاکی کی حالت میں دل دل میں تلاوت کرنا	۱۰۸
قرآن پاک چھونے اور پڑھنے سے متعلق ضروری احکام	۱۰۸
خلاصہ کلام	۱۱۰
جس تعویذ میں قرآنی آیات لکھی ہوں ان کے متعلق ضروری احکام	۱۱۰
منھ کے لعاب سے قرآن پاک کے ورق کو الٹنے کا حکم	۱۱۱
قرآن شریف کے اوپر سے گر جانے یا بے ادبی ہو جانے کی وجہ سے اس کو چومنا اور ہم وزن غلہ دینا	۱۱۲
ضروری تنبیہ	۱۱۲
کلام پاک کی طرح خود حافظ قرآن کا سینہ قابل ادب ہے یا نہیں	۱۱۳
قرآن پڑھنے میں منھ کا تھوک قابل ادب ہے یا نہیں	۱۱۳
ننگے سر قرآن پڑھنا	۱۱۴
ریشمی کپڑے کا جزدان بنانا	۱۱۴
قرآن مجید میں مور کا پر رکھنا	۱۱۵
زینت یا برکت کے لیے قرآنی آیت کے طغرے لگانا	۱۱۵
دوسروں کو دکھلانے اور خوش کرنے کے لیے عمدہ قراءت کرنے کا حکم	۱۱۵
اگر مال اور شہرت مقصود نہیں تو یہ بھی اخلاص ہے	۱۱۶

باب۱۱
قرآن کی اشاعت سے متعلق ضروری احکام

بہت چھوٹے سائز کا قرآن پاک منع ہے	۱۱۸

قرآن کا صرف ترجمہ شائع کرنا جائز نہیں	۱۱۸
ہندی انگریزی اور دوسری زبانوں میں ترجمہ قرآن شائع کرنے کی ضرورت	
اوراس کے شرائط	۱۱۹
نظم واشعار میں ترجمہ قرآن شائع کرنے کا حکم	۱۲۰
یہودیوں اور غیروں کے طرز پر ترجمہ قرآن شائع کرنا	۱۲۲
قرآنی آیت کی تعویذ کی گولیاں بنا کر جانوروں یا مچھلیوں کو کھلانا	۱۲۳
قرآن مجید کو عمل کے طور پر پڑھنا	۱۲۳
قرآن مجید کو خون یا پیشاب یا ناپاک روشنائی سے لکھنا	۱۲۴
قرآن سے فال نکالنا	۱۲۵
فالنامہ قرآنی کا شرعی حکم	۱۲۶
رڈی کاغذ جس میں اللہ ورسول کا نام ہواس کو کسی تدبیر سے کام میں لانے کا حکم	۱۲۷
بوسیدہ قرآن وسیپارے اور اشتہارات جن میں آیات قرآنیہ ہوں ان کو	
جلانے یا دفن کرنے کا حکم	۱۲۸
قرآن مجید کی آیتوں کو کاٹ کر کسی کتاب وغیرہ میں چسپاں کرنا	۱۲۹
حروف مقطعات کے مصالح ونکات	۱۳۰

احکام التجوید مع خلاصۃ التجوید

باب ا

تجوید کی ضرورت	۱۳۲
تجوید بھی نصاب میں داخل کی جائے	۱۳۳
تجوید وقراءت کی طرف سے اہل علم کی کوتاہی	۱۳۳
تجوید کا وجوب اور فرضیت	۱۳۴
تجوید وقراءت کے شعبے اوران کا شرعی حکم	۱۳۵
فن رسم الخط	۱۳۶

تجوید کی تعریف اور مخارج وصفات کا مطلب	۱۳۶
مخارج کی ضرورت	۱۳۷
صفات کی ضرورت	۱۳۷
فن دانی کافی نہیں سیکھنے اور مشق کرنے کی ضرورت ہے	۱۳۸
اگر صحیح قرآن پڑھانے والا نہ ملے تو کیا کریں	۱۳۹
محنت وکوشش کے بعد بھی اگر تجوید نہ آئے اور قرآن صحیح نہ پڑھ سکو تو تمہارا کوئی نقصان نہیں تم کامیاب ہو۔	۱۴۰
عادت بگڑ جانے کی وجہ سے جو قرآن شریف ٹھہر ٹھہر کر تجوید سے نہ پڑھ سکتا ہو وہ کیا کرے	۱۴۱
غلط قرآن پڑھنے سے جس سے کفر لازم آتا ہو آدمی کافر ہوگا یا نہیں	۱۴۱

باب۲

لہجہ کی حقیقت	۱۴۳
تجوید میں غلو	۱۴۳
مصری لہجہ میں قرآن پاک پڑھنا	۱۴۴
سب سے بہتر اور پسندیدہ لہجہ	۱۴۴
عربی لہجہ کی ضرورت	۱۴۵
عربی لہجہ کا مطلب	۱۴۵
سادہ پڑھنے کا مطلب	۱۴۶
مزین کر کے پڑھنا گانے میں داخل نہیں	۱۴۶
قاری عبدالرحمٰنؒ صاحب کا ارشاد	۱۴۶
خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت اور شرعی دلیل	۱۴۷
خوش آوازی سے پڑھنے کی دوصورتیں	۱۴۷
حسن صوت اور گانے کا فرق	۱۴۸

تغنّی ممنوع کی تعریف	۱۴۸
خوش آوازی سے پڑھنے کی تعریف	۱۴۸
حضرت تھانوی کی قرآت کا انداز	۱۴۹
غنا اور لہجہ کا فرق	۱۴۹
مصریوں اور پانی پت والوں کا محاکمہ	۱۴۹
کان پر ہاتھ رکھ کر پڑھنے کا فائدہ	۱۵۰
باب۳	
خلاصۃ التجوید	۱۵۱
تجوید یعنی قرآن شریف کو اچھی طرح سنوار کر صحیح پڑھنے کا بیان	۱۵۱
چند ضروری قواعد اور تنبیہات	۱۵۱
باب۴	
اوقاف قرآن مجید	۱۵۹
قرآن مجید کی آیات اور رموز اوقاف کا شرعی حکم	۱۵۹
اوقاف کی شرعی حیثیت اور آیتوں پر وقف کا شرعی حکم	۱۶۰
وقف لازم	۱۶۰
وقف لازم کی حقیقت اور اس کا حکم	۱۶۱
وقف قبیح	۱۶۱
وقف غفران اور وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۶۲
وقف سے متعلق چند ضروری ہدایات	۱۶۲
تشدید پر وقف	۱۶۳
ض کی بابت خلاصۂ کلام	۱۶۳
تنبیہ	۱۶۴
انتشار کے موقع میں قراءت سبعہ پڑھنا ناجائز ہے	۱۶۵

رائے عالی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

فاضل عزیز مولوی محمد زید مظاہری ندوی مدرس جامعہ عربیہ ہتورا (بارك الله في حياته وفي افادته) نے جو حضرت حکیم الامت کے افادات وارشادات اور تحقیقات ونظریات کو مختلف عنوانوں اور موضوعات کے ماتحت اس طرح جمع کر رہے ہیں کہ حضرت کے علوم وافادات کا ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) تیار ہوتا جارہا ہے......

ان خصوصیات اور افادیت کی بنا پر عزیز گرامی قدر مولوی محمد زید مظاہری ندوی نہ صرف تھانوی اور دیوبندی حلقہ کی طرف سے بلکہ تمام سلیم الطبع اور صحیح الفکر حق شناسوں اور قدردانوں کی طرف سے بھی شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں۔

اور اسی کے ساتھ اور اس سے کچھ زیادہ ہی داعی الی اللہ اور عالم ربانی مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی سرپرست جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی) اس سے زیادہ شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں جن کی سرپرستی اور نگرانی، ہمت افزائی اور قدردانی کے سایہ میں ایسے مفید اور قابل قدر کام اور ان کے زیر اہتمام دانش گاہ اور تربیت گاہ میں انجام پارہے ہیں۔ اطال الله بقائه وعمم نفعه جزاه الله خيرا۔

ابوالحسن علی ندوی

دائرہ شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلی ۱۷؍ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

رائے عالی

عارف باللہ حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ عربیہ ھتورا باندہ (یوپی)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حکیم الامت حضرت مولانا ومقتدانا الشاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بزمانہ طالب علمی اکابر امت نے اس کا اندازہ لگالیا تھا کہ آگے چل کر مسند ارشاد پر متمکن ہوکر مرجع خلائق ہوں گے اور ہر عام وخاص ان کے فیوض وبرکات سے متمتع ہوں گے۔ چنانچہ حضرت اقدس کے کارہائے نمایاں نے اساطین امت کے اس خیال کی تصدیق کی، کہنے والے نے سچ کہا ہے۔ ”قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید“

خداوند قدوس نے حضرت والا کو تجدید اور احیاء سنت کے جس اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا تھا اس کی اس دور میں نظیر نہیں۔

آج بھی مخلوق حضرت کی تصنیفات وارشادات عالیہ اور موعظ حسنہ سے فیضیاب ہورہی ہے، حضرت کے علوم ومعارف کے سلسلہ میں مختلف عنوان سے ہندوپاک میں کام ہورہا ہے، لیکن بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے عزیزی مولوی مفتی محمد زید سلمہ مدرس جامعہ عربیہ ہتورا کو جس نرالے انداز سے کام کی توفیق عطا فرمائی اس جامعیت کے ساتھ ابھی تک کام نہیں ہوا تھا اس سلسلہ کی تین درجن سے زائد ان کی تصانیف ہیں۔ بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اس کو قبولیت تامہ عطا فرمائے اور مزید توفیق نصیب فرمائے۔

احقر صدیق احمد غفرلہ

خادم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی)

باسمہ وسبحانہ تعالی

عرض مرتب

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے ان برگزیدہ بندوں میں ہیں جن کی بابت حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالی میری امت میں ہر صدی میں ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو دین کی تجدید کرے گا۔(ابوداؤد)

آپ کے اصلاحی کارنامے اس بات کا بین شاہد ہیں کہ اللہ تعالی نے آپ سے تجدیدی کام لیا، ایک موقع پر ایک صاحب نے خود حضرت تھانویؒ سے سوال کیا کہ حضرت مجدد وقت ہیں؟ آپ نے فرمایا ''چونکہ نفی کی بھی کوئی دلیل نہیں اس لئے اس کا احتمال مجھ کو بھی ہے مگر اس سے زائد جزم نہ کرنا چاہئے، محض ظن ہے''۔

(کمالات اشرفیہ ص۲۰۰ ملفوظ ص ۱۱۸)

ایک موقع پر ارشاد فرمایا ''بحمد للہ اب سو برس تک تو تجدید کی ضرورت نہیں رہی۔

(الافاضات الیومیہ ص ۱۱۸)

واقعہ یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں دین کے جملہ شعبوں میں جو خامیاں اور افراط وتفریط ہو رہی ہے، حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ان کی نشاندہی فرما کر ان کی اصلاح کی طرف توجہ دلا چکے ہیں، ضرورت ہے کہ ان اصلاحات کی روشنی میں از سرنو اصلاح کی کوشش کی جائے، چنانچہ اسی نقطۂ نظر سے احقر نے حضرت اقدسؒ کی تصانیف، مواعظ، ملفوظات کا موضوع وار انتخاب کر کے حسب ضرورت مختلف مجموعے تیار کئے، بحمدہ تعالی اب تک تقریباً ساٹھ مجموعے تیار ہو چکے ہیں، پیش نظر رسالہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے۔

قرآن مجید کے سلسلے میں حضرت اقدسؒ نے جو اصلاحات فرمائی ہیں احقر نے ان کو تین رسالوں میں جمع کیا ہے ایک تو تجوید سے متعلق ہے جس کا نام ''احکام التجوید مع خلاصۃ التجوید'' ہے دوسرا رسالہ ''حقوق القرآن'' کے نام سے ہے جس میں قرآن مجید سے متعلق ہونے والی مختلف کوتاہیوں کی نشاندہی اوران کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، نیز ایسے احکام کو جمع کردیا گیا ہے جن کی طرف عموماً ذہن کی رسائی نہیں ہوتی، تیسرا رسالہ ''علوم القرآن'' اور تفسیر سے متعلق ضروری علمی مباحث پر مشتمل ہوگا جو ابھی زیر ترتیب ہے، اسی کے ساتھ ان آیات کی تفسیر جو مواعظ کے ضمن میں کافی بسط وتفصیل کے ساتھ آ گئی ہیں، ان کو جمع کرنا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس کی تکمیل فرمائے اور اپنی رضاوخوشنودی کا ذریعہ بنائے۔ امت کی اصلاح وہدایت کا ذریعہ بنائے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۷؍ربیع الاول ۱۴۲۲ھ

باب ۱

فضائل قرآن مجید احادیث نبویہ کی روشنی میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کلام اللہ میں سے ایک حرف پڑھا اس کو ایک نیکی ملتی ہے اور ہر نیکی دس نیکی کے برابر ہوتی ہے (تو اس حساب سے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں) اور میں یوں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ اس میں الف ایک حرف ہے، اور لام ایک حرف ہے، اور میم ایک حرف ہے۔

(ترمذی، دارمی)

فائدہ: یہ ایک مثال ہے، اسی طرح جب پڑھنے والے نے **الحمد** کہا تو اس میں پانچ حروف ہیں تو اس پر پچاس نیکیاں ملیں گی، اللہ اکبر کتنی بڑی فضیلت ہے۔

پس ایسے شخص کی حالت پر افسوس ہے کہ ذرا سی کم ہمتی کر کے اتنی بڑی دولت حاصل نہ کرے[1]

بعض علماء فرماتے ہیں کہ صرف الٓمٓ کہنے سے نوّے نیکیاں ملتی ہیں اس طرح کہ الٓمٓ میں جو الف ہے اس کو ادا کرنے میں جو تین حروف ادا ہوتے ہیں (الف، لام، فاء) ہر ایک کے عوض میں دس نیکیاں ملتی ہیں۔ دس الف پر، اور دس لام پر اور دس فاء پر، سب تیس ہوئیں، اسی طرح لام کے ادا کرنے میں تین حروف (ل،ا،م) ہوئے جس کی تیس نیکیاں ہوئی، اسی طرح سے میم کے ادا کرنے میں تین حروف یعنی (م،ی،م) پر تیس نیکیاں ملیں سب کا مجموعہ ۹۰ رہو گیا۔

---

[1] حیات المسلمین ص:۱۱

اگراس غیر مشہور تفسیر کو مت لو، تب بھی پہلی صورت تیس والی لے لو مگر ان تیس کو خیال کرو کہ فی الحال تو تیس نیکیاں لکھی گئیں مگر آخرت میں ان میں ترقی ہوکر کہاں تک پہونچیں گی، کیونکہ حدیث میں ہے کہ حق سبحانہ تعالی صدقہ کے ایک کھجور کو اس طرح پالتے ہیں جیسے کوئی اپنے بچھڑے کو دنیا میں پالتا ہے، پس بعض لوگوں نے دنیا میں تھوڑے اعمال کئے ہوں گے اور ان کا ثواب پہاڑوں کے برابر دیکھ کر عرض کریں گے کہ اس قدر تو ہم نے کام کیا نہیں، جواب مرحمت ہوگا کہ ہماری شان مربی ہونے کی ہے جب سے تم نے عمل کر کے چھوڑا، تو ہم اس کو پالتے رہے جس کی نوبت یہاں تک پہنچی۔

سو اگر تیس نیکیاں مل جائیں اور وہاں ضرب کا بہت زیادہ قاعدہ ہو تو کہاں تک نوبت پہونچے گی، اور جب تین حروف پر اس قدر ثواب ملتا ہو تو کلام اللہ پر کتنا ملے گا اور ضرب دینے سے کس قدر ہوگا۔[1]

قرآن شریف پڑھنے والے کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے روز اپنے پڑھنے والوں کے لئے سفارشی بن کر آئے گا، اوران کو بخشوائے گا۔(مسلم شریف)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کا پڑھنے والا قیامت کے روز آئے گا اور قرآن اس طرح کہے گا کہ اے پروردگار اس کو جوڑا پہنا دیجئے، پس اس کو عزت کا تاج پہنا دیا جائے گا، پھر کہے گا اے پروردگار اس سے خوش ہوجایئے، پس اللہ تعالی اس سے خوش ہوجائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور (درجوں پر چڑھتا جا) اور ہر آیت کے بدلہ ایک ایک نیکی بڑھتی جائے گی۔

فائدہ: اس پڑھنے اور چڑھنے کی تفصیل ایک اور حدیث میں آئی ہے کہ جس

[1] ندائے رمضان ملحقہ فضائل صوم وصلوۃ ص ۸۸۔

طرح سنبھال کر دنیا میں پڑھتا تھا اسی طرح پڑھتا ہوا اور چڑھتا ہوا چلا جا، جو آیت پڑھنے میں آخری ہوگی وہی تیرے رہنے کا گھر ہے۔[1]

قرآن شریف پڑھنے پڑھانے کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم سب میں اچھا وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھلائے۔ (بخاری شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص مسجد میں جا کر کلام اللہ شریف کی دو آیتیں سیکھ لے، یہ اس کے لئے دو اونٹنیوں کے ملنے سے زیادہ بہتر ہے، اور تین آیتیں تین اونٹنیوں سے، اور چار آیتیں چار اونٹنیوں سے زیادہ بہتر ہیں اور ان کی گنتی کے جتنے اونٹ ہوں، ان سب سے وہ آیتیں بہتر ہیں۔ (مسلم شریف)

فائدہ: اس کی وجہ تو ظاہر ہے کہ اونٹ تو دنیا ہی میں کام آتے ہیں اور آیتیں دونوں جہاں (یعنی دنیا و آخرت) میں کام آتی ہیں اور اونٹ کا نام مثال کے طور پر لیا گیا کیوں کہ عرب (کے لوگ) اونٹ کو بہت چاہتے تھے ورنہ ایک آیت کے مقابلہ میں ساری دنیا کی بھی حقیقت نہیں۔

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی نے پورا قرآن مجید بھی نہ پڑھا ہو، تھوڑا ہی پڑھا ہو، اس کو بھی بڑی نعمت حاصل ہوگی۔[2]

قرآن شریف پڑھنے والے کے والدین کا اجر وثواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے قرآن پڑھا اور اس کے حکموں پر عمل کیا، اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج

---

[1] ترمذی، ابن ماجہ، خزیمہ، حاکم۔ [2] حیوۃ المسلمین ص ۱۱۰۔

کی اس روشنی سے بھی زیادہ خوبصورت ہوگی جو دنیا کے گھروں میں اس حالت میں ہو کہ سورج تم لوگوں میں آجائے یعنی اگر سورج تمہارے پاس آجائے تو اس وقت گھروں میں کتنی روشنی ہوجائے؛ اس روشنی سے بھی زیادہ روشنی اس تاج کی ہوگی، سو اس شخص کے متعلق تمہارا کیا خیال ہوگا جس نے خود یہ کام کیا ہے (یعنی قرآن مجید پڑھا ہے اور اس پر عمل کیا ہے اس کا کتنا بڑا مرتبہ ہوگا)۔ (احمد، ابوداؤد)

فائدہ: اس حدیث میں اولاد کے قرآن پڑھنے کی کتنی بڑی فضیلت ہے، سو سب مسلمانوں کو چاہئے کہ اولاد کو ضرور قرآن پڑھائیں اگر کاروبار کی وجہ سے پورا پڑھانے کی فرصت نہ ہو تو جتنا پڑھا سکو اتنا ہی پڑھا دو، اگر حفظ نہ کرا سکو تو ناظرہ ہی پڑھاؤ اور اگر حفظ کرانے کی توفیق ہو، سبحان اللہ! اس کی اور بھی فضیلت ہے[1]

حافظ قرآن کے والدین کا اجر وثواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص قرآن پڑھے اور اس کو حفظ کرے اور اس کے حلال کو حلال جانے اور اس کے حرام کو حرام جانے ...... (یعنی عقیدہ اس کے خلاف نہ رکھے تو اللہ تعالی اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کی سفارش اس کے گھر والوں میں ایسے دس شخصوں کے حق میں قبول فرمائے گا، جن سب کے لئے دوزخ لازم ہوچکی تھی۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

فائدہ: اس حدیث میں حفظ کرنے کی فضیلت پہلے سے بھی زیادہ ہے اور ظاہر ہے کہ گھر والوں میں سب سے زیادہ قریب ماں باپ ہیں تو یہ سفارش ماں باپ کی بخشش کے لئے یقینی ہے، اس حدیث سے اپنی اولاد کو حافظ بنانے کی فضیلت کس درجہ ثابت ہوتی ہے[2]

---

[1] و [2] حیوۃ المسلمین ص ۱۱۲۔

قرآن نہ پڑھنے والے کی مذمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے سینہ میں کچھ بھی قرآن نہ ہو وہ ایسا ہے جیسے اجڑا ہوا گھر۔ (ترمذی، دارمی)

فائدہ: اس میں تاکید ہے کہ کوئی مسلمان قرآن سے خالی نہ ہونا چاہئے۔[1]

قرآن پڑھنے سے دل کی صفائی ہوتی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسے لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے جب اس کو پانی پہونچ جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون سی چیز ہے جس سے دلوں کی صفائی ہو جائے؟ آپ نے فرمایا موت کا زیادہ دھیان رکھنا اور قرآن مجید کا پڑھنا۔[2]

اٹک اٹک کر پڑھنے والے کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا قرآن خوب صاف ہو وہ درجہ میں ان فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو بندوں کے اعمال نامے لکھنے والے اور عزت والے اور پاکی والے ہیں اور جو شخص قرآن پڑھتا ہو اور اس میں اٹکتا ہو اور وہ اس کو مشکل لگتا ہو اس کو دو ثواب ملیں گے۔ (بخاری، مسلم)

فائدہ: دو ثواب اس طرح ہے کہ ایک ثواب پڑھنے کا اور ایک ثواب اس محنت کا کہ اچھی طرح چلتا نہیں مگر تکلیف اٹھا کر پڑھتا ہے۔

اس حدیث میں اس شخص کے لئے کتنی بڑی تسلی ہے جس کو قرآن اچھی طرح یاد نہیں ہوتا، وہ تنگ ہو کر اور نا امید ہو کر یہ سمجھ کر چھوڑ نہ دے کہ جب یاد ہی نہیں ہوتا تو پڑھنے سے

[1] حیوۃ المسلمین ص ۱۱۰۔ [2] حیوۃ المسلمین ص ۱۱۳۔

کیا فائدہ، آپ نے خوش خبری دے دی کہ ایسے شخص کو دو ثواب ملیں گے۔[1]

جو لوگ بہت اچھا نہ پڑھ سکتے ہوں ان کے لئے ہدایت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم قرآن پڑھ رہے تھے اور ہم میں دیہاتی لوگ بھی تھے اور ایسے لوگ بھی تھے جو عرب کے نہ تھے (مطلب یہ کہ ایسے لوگ بھی تھے جو بہت اچھا قرآن نہ پڑھ سکتے تھے کیونکہ دیہاتیوں کی تعلیم کم ہوتی ہے) آپ نے فرمایا پڑھتے رہو سب خاصے ہیں (یعنی سب لوگ اچھے ہیں)۔ (ابوداؤد، بیہقی)

مطلب یہ کہ اگر بہت اچھا نہ پڑھ سکو، تو دل چھوٹا نہ کرو (مایوس نہ ہو) اور اچھا پڑھنے والے ان کو حقیر نہ سمجھیں اللہ تعالی دل کو دیکھتا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ پڑھنے والے کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ ہماری زبان صاف نہیں، یا ہماری عمر زیادہ ہوگئی اور اب ہم اچھا نہیں پڑھ سکتے تو ہم کو ثواب کیا ملے گا یا شاید اس طرح پڑھنے سے گناہ ہو۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی کیسی تسلی فرمائی، اور سب کو پڑھنے کا حکم دیا۔[2]

جن کو پڑھنا نہ آئے ان کے لئے سننا ہی کافی ہے

قرآن شریف سننے کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص قرآن کی ایک آیت سننے کے لئے بھی کان لگائے اس کے لئے ایسی نیکی لکھی جاتی ہے جو بڑھتی چلی جاتی ہے، اور بڑھنے کی کوئی حد نہیں بتلائی.............................خدا تعالی سے امید ہے کہ بڑھنے کی کوئی حد نہ

---

[1] حیوۃ المسلمین ص ۱۱۰۔ [2] حیوۃ المسلمین ص ۱۱۴۔

ہوگی ، بے انتہا بڑھتی چلی جائے گی ، اور جو شخص اُس آیت کو پڑھے وہ آیت اس شخص کے لئے قیامت کے دن ایک نور ہوگا جو اس نیکی کے بڑھنے سے بھی زیادہ ہے۔ (احمد)

فائدہ: اللہ اکبر قرآن مجید کیسی بڑی چیز ہے کہ جب تک قرآن پڑھنا نہ آئے کسی پڑھنے والے کی طرف کان لگ کر سن لیا کرے وہ بھی ثواب سے مالا مال ہوجائے گا۔ خدا کے بندو! یہ تو کچھ بھی مشکل نہیں[1]

باوضو قرآن سننے کی فضیلت

کھڑے ہوکر نماز میں قرآن پڑھنے سے سو اور بیٹھ کر پڑھنے سے پچاس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے

حدیث میں ہے کہ جس نے خدا کی کتاب سے باوضو ایک حرف سنا، اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے دس گناہ دور کردیئے جائیں گے، اور بلند کئے جائیں گے اس کے دس درجے اور جس نے پڑھا ایک حرف اللہ کی کتاب سے نماز میں بیٹھ کر (یعنی جب کہ نماز بیٹھ کر پڑھے اور نماز نفل مراد ہے اس لیے کہ فرض نماز بغیر عذر بیٹھ کر جائز نہیں اور عذر کے ساتھ جائز ہے سو عذر کے ساتھ جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو کھڑے ہونے کے برابر ثواب ملتا ہے ہاں نفل نماز بھی اگر کسی عذر سے بیٹھ کر پڑھے تو کھڑے ہونے کے برابر ثواب ملتا ہے) تو لکھی جاویں گی، اس کے لئے پچاس نیکیاں (یعنی اس قدر نیکیوں کا ثواب لکھا جائے گا) اور دور کردیئے جاویں گے اس کے پچاس گناہ اور بلند کئے جاویں گے اس کے پچاس درجے اور جس نے پڑھا اللہ کی کتاب (میں) سے ایک حرف کھڑے ہوکر لکھی جاویں گی اس کے لیے سو نیکیاں اور دور کئے جاویں گے اس کے سو گناہ اور بلند کئے جاویں

[1] حیوۃ المسلمین ص ۱۱۴۔

گے اس کے سو درجے اور جس نے قرآن پڑھا اور اس کو ختم کیا لکھے گا اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کے لئے ایک دعاء جو فی الحال مقبول ہو جائے یا بعد چندے مقبول ہو[1]

قرآن کی تلاوت افضل عبادت ہے

قرآن کی تلاوت کرنا اللہ سے گفتگو کرنا ہے

حدیث میں ہے کہ افضل عبادت قرآن کی قراءت ہے (یعنی بعد فرائض کے تمام نفل عبادت میں قرآن پڑھنا افضل ہے۔ (کنز العمال)

حدیث میں ہے کہ جس وقت چاہے کوئی تم میں کا اپنے پروردگار سے گفتگو کرنا، سو چاہئے کہ قرآن پڑھے۔ (رواہ الخطیب والدیلمی)

(یعنی قرآن مجید کی تلاوت کرنا گویا حق تعالیٰ سے بات چیت کرنا ہے)

سب سے زیادہ غنی وہ لوگ ہیں جن کے سینہ میں قرآن پاک ہے

حدیث شریف میں ہے کہ زیادہ غنی لوگوں میں قرآن کے اٹھانے والے ہیں (یعنی) وہ لوگ کہ جن کے سینہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کو (یعنی قرآن کو) رکھا ہے۔ (یعنی یہ لوگ سب سے زیادہ غنی اور مالدار ہیں)۔ (رواہ ابن عساکر عن ابی ذر مرفوعاً)

تشریح: (مطلب یہ ہے کہ جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا اس سے بڑھ کر کوئی غنی نہیں، اس پر عمل کرنے کی برکت سے حق تعالیٰ باطنی غنا مرحمت فرماتے ہیں اور ظاہری کشائش بھی میسر ہوتی ہے، چنانچہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک مرد کثرت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آتا تھا (دنیاوی حاجتوں کے لئے) سو کہا حضرت عمر نے اس مرد سے کہ جا اور پڑھ خدا کی کتاب (یعنی

[1] بہشتی زیور۔

قرآن مجید) سو چلا گیا وہ مرد پس نہ پایا اس کو حضرت عمرؓ نے پھر آپ اس سے ملے اور آپ اس کے شاکی ہوئے (یعنی اس وجہ سے کچھ شکایت فرمائی کہ ہم کو تمہاری تلاش تھی بلا اطلاع کہاں چلے گئے، جب کوئی کثرت سے آمد ورفت رکھتا ہو پھر دفعۃً آنا چھوڑ دے تو انسان کو فکر ہو ہی جاتی ہے کہ نہ معلوم کہاں چلا گیا کس حال میں ہے) سو اس نے جواب میں عرض کیا کہ میں نے اللہ کی کتاب میں وہ چیز پالی، جس نے مجھے عمرؓ کے دروازے سے غنی اور بے پرواہ کردیا۔ (رواہ ابن ابی شیبہ عن الحسن)

یعنی قرآن مجید میں ایسی آیت مل گئی جس کی برکت سے میری نظر مخلوق سے ہٹ گئی اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ ہو گیا، تمہارے پاس دنیا کی حاجت کے لئے آتا تھا اب آکر کیا کروں، غالباً مراد اس سے اس قسم کے مضامین ہوں گے جو اس آیت میں مذکور ہیں، وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ، یعنی تمہاری روزی آسمان ہی میں ہے اور جس چیز کا تم وعدہ کئے گئے ہو (وہ بھی آسمان ہی میں ہے) یعنی تمہاری روزی وغیرہ سب کاموں کا بندوبست ہمارے ہی دربار سے ہوتا ہے پھر دوسری طرف متوجہ ہونے سے کیا نتیجہ۔

اہل قرآن کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی ہدایت اور نصیحت

حدیث میں ہے جس نے قرآن پڑھا پھر خیال کیا اس نے کہ کوئی خدا کی مخلوق میں سے اس نعمت سے بڑھ کر نعمت دیا گیا ہے جو اس کو ملی ہے، سو بیشک حقیر کردیا اس چیز کو جسے اللہ نے بڑا کیا ہے اور بڑھا دیا اس چیز کو جسے اللہ نے حقیر کیا ہے، قرآن جاننے والے کو تیزی کرنا زیبا نہیں ہے اس شخص سے جو (اس سے) تیزی کرے اور نہ جہالت کرنا اس شخص سے جو (اس سے) جہالت کرے اور (ایسا نہ کرے) لیکن معاف کرے اور درگذر کرے بسبب عزت قرآن کے۔ (رواہ الخطیب)

یعنی اہل علم اور قرآن کے جاننے والوں کو چاہئے کہ دنیا کی تمام نعمتوں سے قرآن

کے علم کو اعلی اور افضل سمجھیں اگر انہوں نے قرآن کے علم سے بڑھ کر کسی چیز کو سمجھا تو جس چیز کو خدا نے بڑا کیا تھا اس کو حقیر کر دیا، اور حاکم جس چیز کو بڑا کرے اس کا حقیر کرنا کس قدر بڑا جرم ہے اور اہل قرآن کو چاہئے کہ لوگوں سے جہالت اور بداخلاقی سے پیش نہ آویں کہ قرآن کی عزت اور عظمت اسی بات کو چاہتی ہے اور اگر ان سے کوئی جہالت کرے تو اس کی جہالت کو معاف کریں۔

حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن زیادہ محبوب ہے اللہ تعالی کو آسمانوں سے اور زمین سے اور ان لوگوں سے جو ان (آسمانوں اور زمینوں) میں ہیں، (یعنی قرآن مجید کا درجہ تمام مخلوق سے اعلی ہے اور قرآن مجید خدا تعالی کو سب سے زیادہ پیارا ہے۔(رواہ ابو نعیم عن ابن عمر مرفوعاً بلفظ القرآن احب إلی اللہ من السمٰوات والأرض ومن فیھن)۔

اہل قرآن وحافظ قرآن کا اکرام کرو

حدیث میں ہے کہ تعظیم کرو قرآن کے یاد رکھنے والوں کی جس نے ان کی تعظیم کی پس بے شک اس نے میری تعظیم کی، (رواہ الدیلمی) اور آپ کی تعظیم کا واجب ہونا ظاہر ہے۔

قرآن پاک پڑھانے والے کا اکرام

حدیث میں ہے جس نے سکھائی کسی (اللہ کے) بندے کو ایک آیت خدا کی کتاب سے سو وہ (یعنی سکھانے والا) آقا ہو گیا، اس (پڑھنے والے) کا نہیں لائق ہے اس (طالب علم) کو اس کی مدد نہ کرنا (موقع پر) اور نہ اس (استاذ) پر کسی دوسرے کو ترجیح دینا (جس کا رتبہ استاذ سے بڑا نہ ہو) پس اگر وہ (یعنی طالب علم) ایسا کرے تو اس نے توڑ دیا ایک حلقہ کو اسلام کے حلقوں میں سے۔ (رواہ الطبرانی والبیہقی)

(یعنی ایسی حرکت کرنے سے اس نے اسلام میں بڑا فتنہ ڈالا اور بڑے عظیم الشان شریعت کے حکم کی تعمیل نہ کی جس کی بے برکتی اور سزا کا دارین میں سخت اندیشہ ہے)۔

جو حفاظ وقراء اور علماء کا اکرام نہ کرے وہ میری امت میں سے نہیں

حدیث میں ہے کہ تحقیق فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، نہیں ہے میری امت سے وہ شخص جس نے نہ بزرگی کی ہمارے بڑے کی اور نہ رحم کیا ہمارے چھوٹے پر اور نہ پہچانا، ہمارے عالم کا حق (اور عالم کے اندر قرآن کے پڑھنے پڑھانے والے بھی آ گئے اور مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جس کی یہ حالت ہو ہماری جماعت سے خارج ہے اور اس کا ایمان ضعیف ہے لہٰذا بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر رحم کرنا اور علماء کے حق پہچاننا اور ان کی تعظیم وخدمت کرنا ضرور چاہئے۔(رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر عن عبادۃ بن الصامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس من امتی من لم یبجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا حقہ واسنادہ حسن).

بے عمل اہل قرآن کے لیے سخت وعید

حدیث میں ہے جس نے قرآن پڑھا اور اس کی تفسیر اور اس کے معنی سمجھے اور اس پر عمل نہ کیا تو دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنایا۔ (رواہ ابونعیم)

یعنی قرآن پڑھ کر اس پر عمل نہ کرنا بہت بڑا سخت گناہ ہے مگر جاہل لوگ خوش نہ ہوں کہ ہم نے پڑھا ہی نہیں سو ہم اگر اس کے احکام پر عمل نہ کریں گے تو کچھ مضائقہ نہیں، اس لئے کہ ایسے جاہل کو دو گناہ ہوں گے ایک علم حاصل نہ کرنے کا، دوسرا عمل نہ کرنے کا۔

قرآن پاک کی تلاوت سے برائیاں چھوٹ جاتی ہیں

حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ تحقیق فلاں (شخص) تمام رات قرآن پڑھتا ہے پھر جب صبح قریب ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے، آپ نے فرمایا عنقریب اس کو روک دے گا اس کا قرآن پڑھنا (یعنی قرآن کی تلاوت کی برکت سے یہ حرکت چھوٹ جائے گی، رواہ سعید بن منصور عن جابر بلفظ قیل یا رسول اللہ ان فلانا یقرأ باللیل کلہ فاذا اصبح سرق قال ستنھاہ قراء تہ.

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اس اس کو حفظ کرلے اور اس کے حلال کو حلال سمجھے اور اس کے حرام کو حرام سمجھے داخل کرے گا اس کو اللہ تعالی جنت میں اور شفاعت قبول کرے گا اس کی دس آدمیوں کے حق میں اس کے خاندان والوں میں سے کہ ان میں سب کے سب ایسے ہوں گے کہ ان کے لئے دوزخ واجب ہو چکی ہوگی۔

(رواہ احمد والترمذی)

قرآن پڑھ کر دعاء مانگنے سے دعا قبول ہوتی ہے

حدیث میں ہے جس نے قرآن پڑھا اور پروردگار کی حمد کی اور درود بھیجا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مغفرت مانگی، اپنے پروردگا سے سو بے شک اس نے بھلائی کو مانگ لیا اس کے مقام سے۔

مطلب یہ ہے کہ بھلائی کو اس کی جگہ سے طلب کرلیا یعنی جو طریق دعا کے قبول ہونے کا تھا اس کو برتا جس سے دعا جلد قبول ہونے کی امید ہے اور خدا کی تعریف میں خواہ الحمدللہ کہے یا کوئی اسی معنی کا کلمہ اور قرآن کی تلاوت کے بعد اس خاص طریقے سے دعا مانگنا قبولیت میں خاص اثر رکھتا ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔

(رواہ البیہقی بسند ضعیف۔ بہشتی زیور)

سورۃ یٰس پڑھنے سے سارے کام بن جاتے ہیں

سورۃ یٰس پڑھنے سے تمام کام بن جاتے ہیں۔

عطا بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص شروع دن میں سورہ یٰس پڑھے اس کی تمام حاجتیں پوری ہو جائیں۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

سورۂ واقعہ ہر رات پڑھنے سے رزق میں برکت ہوگی فاقہ کبھی نہ ہوگا

سورۂ واقعہ کے پڑھنے سے فاقہ نہیں ہوتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھا کرے اس کو کبھی فاقہ نہ ہوگا۔

(روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں)

حدیث میں ہے کہ اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھلاؤ، اس لیے کہ بے شک وہ سورۃ تونگری کی ہے۔ (رواہ الدیلمی)

یعنی اس کے پڑھنے سے تونگری میسر ہوتی ہے اور ضروری خرچ اچھی طرح میسر ہو جاتا ہے اور غنائے باطن بھی میسر ہوتا ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص سورۂ واقعہ ہر شب کو پڑھے تو اس کو تنگی رزق کبھی نہ ہوگی اور عورتیں چونکہ ضعیف القلب ہوتی ہیں، ذرا سی تنگی میں بہت پریشان ہو جاتی ہیں اس لئے ان کی خصوصیت فرمائی ورنہ اس کا پڑھنا غنا کے حاصل ہونے کے لئے سب کو مفید ہے خواہ مرد ہو یا عورت۔

(جزاء الاعمال، بہشتی زیور)

سورۂ اخلاص (قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ) کی فضیلت

سعید بن المسیب مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ دس مرتبہ پڑھے اس کے لئے جنت میں ایک محل تیار ہوتا ہے اور جو بیس مرتبہ پڑھے اس کے لئے دو محل تیار ہوتے ہیں اور جو تیس مرتبہ پڑھے اس کے لئے تین محل تیار ہوتے ہیں جنت میں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے، قسم خدا کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تب تو ہم اپنے بہت سے محل بنوالیں گے، آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالی اس سے زیادہ فراغت اور گنجائش والے ہیں۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

سورۂ بقرہ اور آل عمران کی فضیلت

نواس بن سمعان رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے دن قرآن مجید کو لایا جائے گا اور قرآن والوں کو جو اس پر عمل کرتے تھے اس کے آگے آگے ہوگی سورۂ بقرہ اور آل عمران جیسے دو بدلیاں ہوں سیاہ سائبان ہوں، ان کے بیچ میں ایک چمک ہوگی اور محققین کے فرمان کے مطابق یہ چمک بسم اللہ کی ہے، یا جیسے قطار باندھنے والے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہوں، اور یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والے کی طرف سے حجت کریں گی۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

(اورادِ رحمانی)

باب۲

قرآن پاک کے حقوق ادا کرنے کی اہمیت

تلاوت قرآن پاک کی فضیلت

اَلَّذِیْنَ آتَیْنَاهُمُ الْکِتَابَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُوْلٰئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِهٖ فَأُوْلٰئِکَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ ط.

یہ سورۂ بقرہ کی آیت ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ تلاوت کا حق ہے، ایمان والے یہی ہیں، اور جو کتاب پر ایمان نہ لائے وہ خسارہ والے ہیں۔

اس کی دو تفسیریں ہیں مگر دونوں میں یہ قدر مشترک ہے کہ تلاوت کرنے والوں کی مدح (تعریف) ہے، اس آیت میں اگرچہ کتاب سے مراد توریت ہے مگر ظاہر ہے کہ توریت کی تلاوت قابل تعریف ہونے کا سبب توریت کا کتاب اللہ ہونا ہے محض کتاب ہونا نہیں ہے، اور چونکہ قرآن پاک افضل کتاب ہے تو اس کی تلاوت اور زیادہ قابل تعریف ہوگی، اس آیت سے اس کی فضیلت بطریق اولی ثابت ہوگئی۔

اس آیت سے قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور اس کے حقوق ادا کرنے (یعنی سیکھنے سکھانے) کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے کیوں کہ تلاوت بلا سیکھے ہوئے اور بلا پڑھے ہوئے کیسے ہوسکتی ہے، تلاوت کرنا سیکھنے اور پڑھنے ہی پر موقوف ہے اور ضروری کا مقدمہ بھی ضروری ہوتا ہے۔

اگر آپ باورچی کو حکم دیں کہ کھانا پکا، تو اس کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ ہانڈی چولہے پر رکھ کر آنچ دے، بلکہ بازار سے گوشت لا، اور مصالحہ لا، اناج لا، پکانے کے برتن مہیا کر، اور آگ جلا تب ہانڈی کو آنچ دے، چنانچہ کھانا پکانے کے حکم کے بعد باورچی کا ان سامانوں کے انتظام میں لگا رہنا، آپ کے نزدیک دوسرے کاموں کے نہ کرنے کا عذر سمجھا جاتا ہے اور ان کاموں میں اس کا لگا رہنا پکانے ہی کے حکم کی تعمیل سمجھا جاتا ہے اگر اناج مثلاً نہ ہوا اور وہ بیٹھا رہے اور عین وقت پر عذر کرے تو آپ اس کا یہ عذر ہرگز نہ سنیں گے کہ حضور آپ نے مجھے صرف پکانے کا حکم دیا تھا یہ نہیں فرمایا تھا کہ اناج بھی منگانا، اس کے عذر کے نہ سننے کی کیا وجہ ہے؟ یہی کہ جس کسی چیز کا حکم ہے تو اس کے اسباب و مقدمات کا بھی حکم ہے۔

اس بنا پر تلاوت کا مطلوب ہونا اس کے سیکھنے اور پڑھنے کا بھی مطلوب ہونا ہے (یعنی جب تلاوت مطلوب ہے تو اس کا سیکھنا بھی مطلوب ہے) اور جو فضیلت تلاوت کی ہوگی وہی فضیلت سیکھنے کی ہوگی اور جس قدر ضرورت تلاوت کی ہوگی اسی قدر ضرورت سیکھنے کی ہوگی غرض قرآن شریف کا سیکھنا ضروری ہوا، اور دیکھئے حق سبحانہ تعالیٰ نے صرف یتلون نہیں فرمایا بلکہ حق تلاوتہ کی قید بھی بڑھائی۔

مطلب یہ ہوا کہ قرآن شریف اتنا سیکھنا چاہئے کہ حقوق قرآن بھی ادا ہوں، یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ترکیباً تو اخبار ہے مگر مقصود انشاء ہے، یعنی تلاوت کرنے والوں کو چاہئے کہ تلاوت کے حقوق ادا کریں، اس کے بعد سمجھئے کہ حق تلاوت کیا ہے [1]

تلاوت قرآن کی حقیقت و اہمیت

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے جو تمام بھلائیوں کو جامع ہے تمام خوبیوں سے قطع نظر محض کلام اللہ ہی ہونے کا مقتضی یہ ہے کہ ہم جیسے ناچیز بندوں کو اس (شاہی کلام) تک رسائی

[1] الرفیق الی سواء الطریق ص ۲۷ ج ۳۔

بھی نہ ہوتی، کہاں وہ کلام مقدس اور کہاں ہم حقیر بندے، دیکھ لیجئے دنیا کے ذرا ذرا سے بادشاہوں کے دربار کی حاضری کے لئے لوگ کتنی کتنی کوششیں کرتے ہیں اور عمریں گذار دیتے ہیں تب کہیں سلام کرنے کا موقع ملتا ہے اور جس کو ایک دو بات کرنے کا موقع مل گیا وہ اپنے آپ کو کتنا کچھ سمجھنے لگتا ہے اور تمام سلطنت بھر میں اس کی کتنی عزت ہو جاتی ہے جب شاہان دنیا کے کلام کی یہ عزت ہے تو بادشاہان اور احکم الحاکمین کے کلام کی کتنی عظمت ہونی چاہئے، شاہان دنیا کا کلام دو چار برس کی تمنا اور کوششوں کے بعد میسر ہوتا ہو تو کلام الٰہی اگر کچھ بھی نہیں تو دو چار برس کی محنت کے بعد نصیب ہونا چاہئے۔

مگر نہیں حق تعالیٰ کی کس قدر رحمت ہے کہ ہمارے ہاتھوں میں اپنی کتاب دے دی، اور عام اجازت دے دی کہ جس کا جس وقت جی چاہے ہم سے باتیں کرے پھر صرف اجازت ہی نہیں بلکہ بندوں سے مطالبہ بھی ہے کہ باتیں کرو، (یعنی تلاوت کرو کیونکہ تلاوت کرنا گویا اللہ سے باتیں کرنا ہے) اب ہم بندے اپنی ذلت اور احکم الحاکمین کی عزت کو پیش نظر کر کے دیکھیں کہ یہ باتیں کرنے کی فرمائش کیا چیز ہے؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا، کہ یہ محض حق تعالیٰ کا فضل ہے، معلوم ہو گیا ہو گا کہ تلاوت کتاب اللہ کی حقیقت اللہ میاں سے باتیں کرنا ہے اب اس آیت میں فرماتے ہیں کہ ہم سے باتیں تو کرو گے مگر قاعدہ اور ادب کے ساتھ کرنا[1]

تلاوت قرآن کے حقوق

تلاوت قرآن کے حقوق دو طرح کے ہوتے ہیں ظاہری اور باطنی۔

اس کی ایک مثال دیئے دیتا ہوں جس سے اچھی طرح توضیح ہو جائے گی، فرض کیجئے کہ بادشاہ کسی کے ہاتھ میں شاہی قانون دے کر کہے کہ اس کو پڑھو تو اس کی حالت پڑھنے

---

[1] الرفیق الی سواء الطریق ص۲۹ ج ۳۔

کے وقت یہ ہوگی کہ ہر ہر لفظ کو صاف صاف پڑھے گا، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا پڑھنا بادشاہ کو ناپسند ہو، اور اس کے معنی ومفہوم کو بھی سمجھتا جائے گا ایک تو اس خیال سے کہ عبارت کا لہجہ بلامعنی سمجھے ہوئے ٹھیک نہیں ہوسکتا اور ایک اس خیال سے کہ شاید کہیں بادشاہ پوچھ بیٹھے کہ کیا مطلب سمجھا؟ تو خفت (شرمندگی) نہ ہو، اور ایک حالت پڑھنے والے کی یہ ہوگی کہ دل میں اس قانون کے احکام کی تعمیل کا بھی ارادہ ہوگا، اور یہ کسی قرینہ سے ظاہر نہ ہونے دے گا کہ میں اس کی پابندی میں کچھ کوتاہی کرتا ہوں بلکہ حال وقال سے یہی ثابت کرے گا کہ میں سب سے زیادہ تعمیل کرنے والا ہوں۔

پس اس مثال کو ذہن میں رکھئے اور سمجھئے کہ قرآن شریف کی تلاوت میں بھی اسی طرح کے تین مرتبے ہیں ایک مرتبہ ظاہری الفاظ کا ہے یعنی ہر ہر حرف کو علیحدہ علیحدہ صاف صاف اور اپنے مخرج سے ادا کرنا اور ایک مرتبہ معنی کا ہے یعنی الفاظ کے مدلول (یعنی معنی ومفہوم) کو سمجھ لینا یہ نہیں کہ خیال کہیں ہے صرف طوطے کی طرف لفظ ادا کردیئے، یہ مرتبہ حق باطنی کا ہے اور ایک مرتبہ اس سے بھی ابطن ہے وہ اس کے احکام پر عمل کرنا ہے جب یہ تینوں باتیں جمع ہوں گی تب کہا جائے گا کہ تلاوت کا حق ادا ہوگیا، غرض کل تین حق ہوئے، ایک حق ظاہری یعنی تلاوت، دوسرا حق باطنی یعنی معنی سمجھ لینا، تیسرا عمل کرنا، یہ بمقابلہ دوسرے کے بھی باطن ہے، اور ان تینوں میں وجود کے اعتبار سے سب سے مقدم ظاہری حق ہے اور سب سے زیادہ مؤکد تیسرا درجہ ہے یعنی عمل [1]

قرآن پاک کی حق تلفی اور اس کا غلط استعمال

حق تعالیٰ نے ہم کو قرآن جیسی نعمت دی لیکن مسلمانوں نے اس سے مختلف قسم کے کام لئے بعض لوگوں نے تو اس کو جلد بندھوا کر عمدہ جزدان میں لپیٹ کر طاق پر رکھ دیا جس

[1] الرفیق الی سواء الطریق ص ۱۳۱ ج ۱۳ اجر الصیام التبلیغ ص ۸۳ ج ۱۸۔

کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ طاق نسیان پر پہنچ جاتا ہے، جس کام کے لئے قرآن اترا تھا اس کا تو کیا ذکر، کبھی کھول کر بھی دیکھنے کی نوبت نہیں آتی، ہاں بس اونچے طاق پر عزت کے ساتھ رکھا ہوا ہے اور اس کو قرآن کا بڑا احترام سمجھتے ہیں۔

(اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے قرآن کا حق ادا کر دیا) صاحبو! قرآن کا حق کچھ اور بھی تو ہے وہ ادا کرو، وہ حق یہ ہے کہ اس کی تلاوت کرو، اس کے مطالب کو سمجھو، اس کے احکام پر عمل کرو، نہ یہ کہ بس اٹھا کر ادب سے طاق پر کھ دو۔

بعض لوگوں نے قرآن سے بس یہ کام لیا کہ فال نکال لی یا بچہ کا نام نکالا اور یہ کام میاں جی اور پیر جی لوگ کیا کرتے ہیں، محلّہ میں کہیں بچہ پیدا ہوا تو وہاں سے فرمائش آئی کہ قرآن سے بچہ کا نام نکال دیجئے انہوں نے قرآن کھولا اگر پہلا حرف الف نکلا تو کہہ دیا کہ اللہ بخش نام نکلا اسی طرح میم نکلی تو معین الدین، اگر خ نکلا تو خدا بخش، لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ نام بڑا متبرک ہے کیونکہ قرآن سے نکلا ہے حالانکہ یہ محض پیٹ کا دھندا ہے اور کچھ بھی نہیں۔

بعض لوگوں نے قرآن سے یہ کام لیا کہ جب کہیں موت ہوئی تو تیجے میں قرآن خوانی کرادی اور الٹا سیدھا ثواب بخش دیا اس کو بہت ہی بڑا کام سمجھا جاتا ہے، الٹا سیدھا اس واسطے کہا کہ گو ایصال ثواب کرنے سے ثواب پہنچتا ہے، اور اس سے انکار نہیں مگر اس کے واسطے کچھ شرائط بھی تو ہیں وہ شرائط متعارف قرآن خوانی میں نہیں پائے جاتے اس واسطے اس میں کلام ہوسکتا ہے کہ اس طرح قرآن خوانی کرانے سے ثواب پہنچتا بھی ہے یا نہیں۔

اور سنئے بعض لوگوں نے قرآن سے یہ کام لیا کہ چادر میں رکھ کر دو آدمیوں نے دونوں طرف سے پکڑ کر بچہ کو اس کے نیچے سے نکال دیا اور کہتے ہیں کہ اس سے حفاظت ہوتی ہے اور بچہ بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے، جی ہاں تمہاری اس ہواہی کے لئے تو قرآن نازل ہوا تھا اس سے انکار نہیں کہ قرآن کی ہوا میں بھی برکت ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا قرآن بس اسی واسطے نازل ہوا تھا یہ تو ایسا ہے جیسے دوشالہ (قیمتی شال) سے غرض تو یہ ہوتی ہے کہ اس کو

اوڑھا جائے مگر کسی گنوار نے کیا کیا کہ باوجود اس کے کہ جنگل سے لکڑی لا کر جلا سکتا تھا مگر اس نے دوشالہ جلا کر اس کے اوپر کھچڑی پکائی تو اس طرح اس بے وقوف نے دوشالہ کو برباد کیا ہاں یہ نفع ضرور ہوا کہ کھچڑی پک گئی مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اس نے اچھا کیا؟ اس پر یہی اعتراض تو ہے کہ اس نے دوشالہ سے یہ کام لے کر اس کے اصلی منافع تلف کر دیئے کیونکہ کھچڑی پکانا تو لکڑی سے بھی ہو سکتا تھا، اس کو عقلاء حق تلفی کہیں گے کیونکہ جس کام کے لئے دوشالہ موضوع تھا اس سے وہ کام نہیں لیا گیا، بس اسی طرح قرآن سے ایسے کام لینا جیسے ابھی بیان کئے گئے قرآن کی حق تلفی ہے وہ کام تو اور چیزوں سے بھی نکل سکتے ہیں قرآن سے ایسے کام لینا ایسا ہے جیسے ایندھن ہوتے ہوئے دوشالہ جلا کر کھچڑی پکانا[1]

قرآن شریف کو صرف تعویذ گنڈے میں استعمال کرنا اس کے حق کو تلف کرنا ہے

بعض لوگوں نے قرآن شریف سے یہ کام لیا کہ تعویذ گنڈے شروع کر دیئے، اور یہ ایسا بڑا کام سمجھا جاتا ہے کہ آج کل بزرگی اور ولایت کا معیار یہی ہے، کہا جاتا ہے کہ فلانے بڑے بزرگ ہیں ان کے تعویذ حکمی اثر رکھتے ہیں، میں اس کے متعلق بھی یہی کہتا ہوں کہ قرآن سے کبھی کبھی یہ کام لیا جائے تو مضائقہ نہیں مگر اس پر حصر کیوں کیا جاتا ہے، یہ کیوں سمجھ لیا گیا کہ بس قرآن اسی واسطے اترا ہے، کوئی صاحب یہ نہ سمجھ لیں کہ میں تعویذات یا عملیات کو منع کرتا ہوں، اگر ان کے واسطے بھی آیات قرآنی کو کبھی کام میں لایا جائے تو مضائقہ نہیں مگر لوگوں کی حالت مختلف ہے ایک تو وہ شخص ہے کہ قرآن پڑھتا ہے اور اس کے موافق عمل بھی کرتا ہے، تمام احکام کو بجالانے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی ضرورت کے وقت رقیہ (جھاڑ پھونک) کے طور پر بھی آیات سے کام لیتا ہے اس میں مضائقہ نہیں، اور

[1] جلاء القلوب ملحقہ ذکر وفکر ص ۲۸۵۔ص ۲۸۶۔

ایک وہ شخص ہے کہ قرآن سے سوائے تعویذ گنڈے اور جھاڑ پھونک کے کوئی کام نہیں لیتا، نہ عقائد ٹھیک ہیں نہ اعمال ٹھیک ہیں نہ صورت شریعت کے موافق ہے نہ سیرت، اس کو یہی کہا جائے گا کہ تجھے ہرگز حق نہیں قرآن کو اس کام میں لانے کا، تو قرآن کا حق تلف کرتا ہے۔

اس کو مثال سے سمجھئے کہ دوشالہ (قیمتی شال) موضوع تو ہے اوڑھنے ہی کے لئے لیکن جو شخص ہمیشہ تو اس کو اوڑھتا ہی ہے لیکن کبھی ضرورت پڑی تو اس نے اس کو پردہ کی جگہ بھی ٹانگ دیا تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

اور ایک شخص ہے کہ دوشالہ کو ہمیشہ شطرنجی ہی کی جگہ بچھاتا ہے یا ہمیشہ سائبان ہی کا کام اس سے لیتا تو اس کو ضرور بے وقوف کہا جائے گا۔

غرض قرآن کو اگر کبھی کبھی تعویذ کے لئے یا برکت کے لئے بھی کام میں لایا جائے تو مضائقہ نہیں مگر صرف اسی کو قرآن کا مقصود نہ سمجھیں، مجھ سے اگر کوئی تعویذ مانگتا ہے تو میں دیکھ لیتا ہوں کہ اس شخص کو تعویذ دینے سے اس خیال فاسد کی تائید تو نہ ہوگی کہ قرآن کا مقصود محض یہی ہے، اگر قرائن سے معلوم ہوا کہ تائید ہوگی تو اس شخص کو میں تعویذ نہیں دیتا، اور اگر معلوم ہو کہ وہ آدمی سمجھ دار ہے اور یہ اثر اس پر نہ ہوگا تب دے دیتا ہوں۔

میں یہ کہہ رہا تھا کہ قرآن کے ساتھ جو برتاؤ ہم کو کرنا چاہئے تھا وہ ہم نہیں کرتے اسی واسطے جو نفع تھا قرآن کا وہ ہم کو حاصل نہیں ہوتا[1]

قرآن پاک تلاوت کرنے کے مختصر آداب

۱۶۔ حدیث میں ہے کہ زیادہ اچھا لوگوں میں قرآن پڑھنے کے اعتبار سے وہ شخص ہے کہ جس وقت وہ قرآن پڑھے تو یہ سمجھے کہ وہ خدا سے ڈر رہا ہے۔

یعنی تلاوت کرنے والے کو دیکھنے والا یہ سمجھے کہ وہ خدا سے ڈر رہا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اس طرح اہتمام سے پڑھے جیسے کے ڈرنے والا اہتمام سے کلام

---

[1] جلاء القلوب ص ۲۸۸، ملحقہ ذکر وفکر۔ [2] رواہ کنز العمال۔

کرتا ہے کہ کوئی حرکت حاکم کے سامنے بے موقع نہ ہو جاوے اور قرآن مجید کے پڑھنے کا عمدہ طریق یہ ہے کہ باوضو قبلہ کی طرف بیٹھ کر عاجزی سے تلاوت کرے اور سمجھے کہ اللہ تعالی سے باتیں کر رہا ہوں، اور اگر معنی جانتا ہو تو معنی پر غور کرے اور جہاں رحمت کی آیت آوے وہاں رحمت کی دعا مانگے اور جہاں عذاب کا ذکر ہو وہاں دوزخ سے پناہ مانگے اور جب تمام کر چکے تو خدا کی حمد اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر مغفرت طلب کرے اور جو چاہے دعا مانگے اور پھر درود شریف پڑھے اور حتی المقدور قرآن پڑھنے میں دوسرا خیال نہ آنے دے اگر کوئی خیال آوے تو ادھر توجہ نہ کرے وہ خیال خود جاتا رہے گا اور تلاوت کے وقت لباس بھی جہاں تک ہو سکے صاف پہنے۔

قرآن مجید کی تلاوت کے چند ضروری آداب

تلاوتِ قرآن کے بہت سے آداب ہیں کچھ ظاہری کچھ باطنی، مختصر یہ کہ جب قرآن مجید پڑھے تو باوضو ہو، کپڑا پاک ہو، جگہ پاک ہو، وہاں بدبو نہ ہو، قبلہ رو ہو، تو بہتر ہے، حروف صاف صاف پڑھے، جب (پڑھنے میں) بالکل دل نہ لگے، اس وقت موقوف کردے، یعنی پڑھنا بند کردے پڑھتے وقت دل حاضر ہو، اس کا سہل طریقہ یہ ہے کہ تلاوت شروع کرنے سے پہلے یہ سوچے کہ گویا اللہ تعالی نے مجھ سے فرمائش کی ہے کہ ہم کو کچھ قرآن سناؤ، اور میں اس فرمائش کو پورا کرنے کے لئے پڑھتا ہوں اور اس کو سناتا ہوں اور اس مراقبہ سے تمام آداب کی خود رعایت ہو جائے گی۔

تلاوت کا اہم ادب جو تمام آداب کو جامع ہے

فرمایا: آداب تلاوت تو بہت ہیں مگر میں ایک ہی ادب بیان کرتا ہوں جس میں سب آجائیں اور وہ یہ ہے کہ یوں خیال کرے کہ اللہ تعالی نے مجھ سے فرمائش فرمائی ہے کہ

---

[1] بہشتی زیور حصہ چہارم۔

تم پڑھو ہم سنتے ہیں تو جس طرح کسی کو سنانے کے وقت خاص اہتمام سے سنوار سنوار کر پڑھتا ہے ویسا پڑھنا چاہئے۔

اس میں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اس طرح سنوار کر پڑھنے سے پھر جلدی تلاوت نہ ہوسکے گی، تو تلاوت کی مقدار کم ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ پڑھنے والا یوں خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی یہ فرمایا ہے کہ اس طرح پڑھو۔[1]

ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ اگر تدبر (غور) کر کے تلاوت کرتا ہوں تو مقدار کم رہتی ہے اور اگر بلا تدبر کرتا ہوں تو معانی کا خیال نہیں ہوتا میں نے اس سے کہا کہ تلاوت دو وقت کیا کرو، ایک وقت میں تدبر سے پڑھو اور دوسرے وقت میں محض تلاوت کو مقصود سمجھ کر فرفر پڑھتے چلے جاؤ، اس پر وہ بہت خوش ہوئے۔

قرآن مجید کا ادب

اور قرآن مجید کا بہت ادب کرنا چاہئے، اس کی طرف پاؤں نہ کرو، اس سے اونچی جگہ مت بیٹھو، اس کو زمین یا فرش پر مت رکھو بلکہ رحل یا تکیہ پر رکھو، اور اگر وہ پھٹ جائے تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر پاک جگہ جہاں پاؤں نہ پڑے دفن کردو، اور جب قرآن پڑھا کرو تو یہ دھیان رکھو کہ ہم اللہ سے باتیں کررہے ہیں، پھر دیکھنا دل پر کیسی روشنی ہوتی ہے (یعنی دل میں نور اور قلبی سکون حاصل ہوگا۔[2]

قرآن مجید سے متعلق بعض کوتاہیاں

قرآن مجید کے متعلق بعض کوتاہیاں اور بھی ہیں، مثلاً بعض لوگ قرآن مجید کو بے وضو چھوتے ہیں یہ بھی حرام ہے، اور بعض لوگ رحل کو قرآن یا کتاب کے اوپر رکھ دیتے ہیں، اکثر طالب علموں کو دیکھا کہ اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔

---

[1] الکلام الحسن ص ۶۔ [2] حیوۃ المسلمین ص ۵۴۔

فقہاء نے تو یہاں تک ادب ملحوظ رکھا ہے کہ روٹیوں پر برتن رکھنے کی بھی ممانعت کی ہے کہ روٹی کے اوپر برتن نہیں رکھنا چاہئے کیونکہ یہ رزق کی بے ادبی ہے جب روٹی کا یہ ادب ہے تو قرآن مجید کا تو بہت ہی ادب کرنا چاہئے [1]

تنبیہ : عوام میں مشہور ہے کہ دوپہر کے وقت قرآن پڑھنا ممنوع ہے، سو یہ غلط ہے البتہ نماز پڑھنا اس وقت ممنوع ہے اسی طرح مشہور ہے کہ بے وضو درود شریف اور قرآن پڑھنا درست نہیں یہ بالکل غلط ہے، بلا وضو قرآن پڑھنا درست ہے، البتہ قرآن شریف کو بلا وضو ہاتھ لگانا درست نہیں [2]

تلاوت کرنے میں کوتاہی

پابندی کے ساتھ تلاوت کرنے میں بعض لوگ کم فرصتی کا عذر کرتے ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ جس چیز کا انسان ارادہ کرلیتا ہے کسی نہ کسی صورت میں اس کو کر ہی لیتا ہے، خاص طور پر جب کہ کام بھی آسان ہو، کیا یہ بھی کوئی مشکل کام ہے کہ ۲۴ رگھنٹہ میں سے آدھ گھنٹہ نکال کر اس میں اگر ناظرہ خواں ہے تو ایک پارہ اور اگر حافظ ہے تو ایک یا ڈیڑھ پارہ بے تکلف پڑھ لیا کرے، اور اتفاقاً ناغہ ہوجانا دوسری بات ہے، اس سے زیادہ وقت فضولیات وخرافات میں صرف ہوجاتا ہے جس میں نہ دین کا نفع نہ دنیا کا [3]

پھر تجربہ سے معلوم ہوا ہے اور ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ قرآن مجید نہ پڑھنے سے اس سے ایسی بے مناسبتی پیدا ہوجاتی ہے کہ پھر دیکھ کر بھی نہیں پڑھ پاتا یہ تو ناظرہ خواں کے بھولنے کی حد ہے اور حافظ کے بھولنے کی حد یہ ہے کہ حفظ نہ پڑھ سکے، صحیح یہی ہے اور نسیان قرآن پر حدیثوں میں سخت وعید آئی ہے، پھر یہ کہ اتنے دنوں کی، کی کرائی محنت جو پڑھنے میں برداشت کی تھی، اس کے ضائع کردینے کو کیسے دل گوارہ کرتا ہے،

[1] رمضان فی رمضان ص ۳۲۳۔ [2] اغلاط العوام ص ۲۷۔ [3] اصلاح انقلاب ص ۳۹۔

پڑھنے سے مقصود یہ تھا کہ ہمیشہ اس کی تلاوت سے برکات حاصل کی جائیں جب یہ نہ ہوا تو پڑھانہ پڑھا برابر ہوگیا[1]

اگر تلاوت میں لذت نہ آتی ہو اور الفاظ صحیح نہ نکلتے ہوں

کسی بھی طاعت میں اگر لذت نہ ہو تو اس کو چھوڑو مت بلکہ خوب کثرت سے کرو، اس میں قرآن بھی داخل ہے اگر پڑھتے ہوئے طبیعت اکتانے لگے تو اسی کی کثرت کرو، اگر الفاظ بھی صحیح نہ ہوں تو اپنے امکان بھر قرآن صحیح کرنے کی کوشش کرلو اگر پوری کامیابی نہ ہو تو دلگیر (اور رنجیدہ) مت ہو، حق تعالیٰ اسی طرح قبول فرمالیں گے، الفاظ پر گرفت ان ہی لوگوں سے ہوتی ہے جو الفاظ کو درست کر سکتے ہیں اور پھر نہیں کرتے ورنہ زیادہ تر دیکھ بھال اور چھان بین دلوں کی ہوگی اگر موٹی زبان کا آدمی غلط پڑھتا ہے لیکن دل سے پڑھتا ہے تو خدا کے نزدیک یہ غلط اس صحیح سے ہزار درجہ بہتر ہے جس کی غرض (تلاوت سے) ریا، یا اپنے کمال کا اظہار ہو، اگر دل محبت سے معمور (یعنی بھرپور) ہو اور زبان پر کم عقلی اور ناسمجھی سے کچھ گستاخانہ الفاظ بھی نکل جائیں تو الفاظ پر نظر نہیں ہوتی لیکن یہ ضروری ہے کہ اس قسم کی معافی ان ہی لوگوں کے لئے ہے جن کو صحیح قرآن شریف پڑھنے پر قدرت نہیں ہے، ورنہ اگر قدرت کے باوجود کوئی ایسا کرے گا تو ضرور گنہ گار ہوگا[2]

ضروری تنبیہ: بعض معلمین و مصلحین یہ زیادتی کرتے ہیں کہ جن لوگوں سے صحیح حروف ادا نہ ہو سکتے ہوں وہ ان کو بھی مجبور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے بغیر قرآن پڑھنا ہی بے فائدہ ہے۔ (یہ ان کی غلطی ہے)۔

الغرض جو لوگ صحیح پڑھ سکتے ہیں وہ تو صحیح پڑھیں اور جو لوگ اس پر قادر نہیں وہ جس طرح پڑھ سکیں ان کے لئے جائز ہے[3]

---

[1] اصلاح انقلاب ص۴۲ ج۱۔ [2] احکام العشرۃ الاخیرہ ملحقہ فضائل صوم وصلوۃ ص۳۷۴ و ۳۷۶۔

[3] احکام العشرۃ الاخیرہ ص۳۷۷

اگر آواز اچھی نہ ہو

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب ہماری آواز چونکہ اچھی نہیں اس لئے ہم نہیں پڑھتے ،سوا یسے لوگوں کو یادرکھنا چاہئے کہ تحسین صوت (یعنی اچھی آواز سے پڑھنا جس کا حدیث میں بھی حکم ہے)اس کو نہیں کہتے کہ خوب راگنی سے گا کر پڑھا جائے ،تحسین صوت کا مطلب جیسا کہ بزرگوں سے منقول ہے یہ ہے کہ سننے والے کو اس کی آواز سن کر یہ معلوم ہو کہ اس کے دل پر کسی باعظمت ہستی کا رعب چھایا ہوا ہے۔

قرآن شریف کے الفاظ بھی نفع سے خالی نہیں

قرآن شریف کے الفاظ پر جو ثمرہ مرتب ہوتا ہے اس کو بتلاتا ہوں حدیث شریف میں ہے کہ قرآن شریف جب کوئی پڑھتا ہے تو ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں،تو جس نے کھیعص ایک مرتبہ کہا تو اس کے نامۂ اعمال میں پچاس نیکیاں لکھی گئیں تو کیا یہ فائدہ نہیں مگر مشکل یہ ہے کہ لوگ نفع اسی کو سمجھتے ہیں کہ دنیا میں اس کا نفع ظاہر ہو جب اسے نہیں دیکھتے تو کہہ دیتے ہیں کہ اس میں کچھ نفع نہیں حالانکہ نفع صرف دنیاوی نفع کو نہیں کہتے، ایک نفع اور بھی ہے جس کو نفع آجلہ کہتے ہیں،یعنی آخرت کا نفع جس کو ثواب کہتے ہیں مگر چونکہ دنیا کا نفع آنکھوں سے نظر آتا ہے اس لئے اس کو تو نفع سمجھتے ہیں اور ثواب ملنا آنکھوں سے نظر نہیں آتا،اس لئے اس کو نفع نہیں سمجھتے۔

بعض لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ بس میاں ثواب اکٹھا کئے جاؤ، گویا ان کے نزدیک ثواب ایسی ناقدری کی چیز ہے، یہ کس قدر افسوس ناک بات ہے۔

۱؎ احکام العشرۃ الاخیرہ ص ۳۷۷۔ ۲؎ الصلوۃ ملحقہ فضائل صوم وصلوۃ ص ۲۳۔

بلا سمجھے تلاوت بھی باعث اجر وثواب اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے

قرآن مجید کو اللہ تعالی کے ساتھ خاص تعلق ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی کلام مجید کی تلاوت سے بہت خوش ہوتے ہیں خواہ سمجھ کر پڑھا جائے یا بے سمجھے پڑھا جائے، برخلاف دوسرے اعمال کے جو زبان سے ادا ہوتے ہیں مثلاً دعاء اور ذکر ہے کہ اگر ان کو بے سمجھے کرو تو اس درجہ محبوب نہیں مگر قرآن ہر طرح مقبول ہے۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل کی حکایت ہے کہ انہوں حق تعالی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے قرب کا سب سے بڑا ذریعہ کیا ہے اور سب سے زیادہ کون سی طاعت سے آپ خوش ہوتے ہیں، ارشاد ہوا کہ قرآن پڑھنے سے، امام صاحب نے عرض کیا بفهم او بلافهم ،یعنی سمجھ کر یا بلا سمجھے،ارشاد ہوا بفهم او بغير فهم ،یعنی کس طرح ہو سمجھ کر ہو یا بغیر سمجھے۔

پس معلوم ہوا کہ قرآن شریف خواہ کسی طرح پڑھا جائے وہ ضرور فائدہ مند ہے خواہ سمجھ کر ہو یا بلا سمجھے۔

اور اس کا مدار کچھ خواب ہی پر نہیں بلکہ حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بلا سمجھے بھی قرآن پڑھنے کا ثواب ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور ظاہر ہے کہ حروف صرف الفاظ ہیں بغیر سمجھے تلاوت پر بھی یہ صادق آتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بلا سمجھے بھی قبول تام ہوتا ہے گو سمجھ کر تلاوت زیادہ تام ہے اور اس پر نفع بھی زیادہ ہے لیکن بلا سمجھے تلاوت کو بے فائدہ کہنا صحیح نہیں۔

اس تقریر سے آج کل کے روشن خیالوں کی غلطی بھی ظاہر ہوگئی، اکثر حضرات یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ جب کلام اللہ کو سمجھا نہیں جاتا تو اس کے پڑھنے سے کیا فائدہ۔

سوان کومعلوم ہو گیا ہوگا کہ کلام مجید کا بے سمجھے پڑھنا بھی پورا فائدہ رکھتا ہے، کیونکہ قرآن کی تلاوت میں صرف یہی ایک فائدہ نہیں کہ ہم اس کے معنی کو سمجھیں بلکہ ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے پڑھنے سے ہم سے خدا راضی ہو۔

اور یہ بات عقل وعادت کے بھی موافق ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اگر مصنف کسی کو اپنی کوئی کتاب پڑھتے دیکھے تو اگر چہ اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ شخص بے سمجھے پڑھ رہا ہے لیکن محض اس وجہ سے کہ اس نے ہمارے کلام پر توجہ کی اور اس کی قدر کی تو مصنف کو پڑھنے والے سے ضرور محبت ہو جائے گی اور دل میں اس کی قدر ہوگی۔

الغرض قرآن شریف کسی طرح پڑھا جائے وہ ضرور مفید ہے خواہ سمجھ کر ہو یا بلا سمجھے اور اس کے پڑھنے سے خدا ہم سے ضرور خوش ہوں گے اور خدا کی خوشی کے وہ معنی نہیں جو ہماری تمہاری خوشی کے معنی ہیں کہ ایک بات جی کے موافق ہوئی، طبیعت باغ باغ ہوگئی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا ہم سے خوش ہوں گے یعنی ہم کو ثواب وانعام اور اکرام ہوگا، بہر حال قرآن کی تلاوت میں بہت بڑا اجر ہے۔

افسوس ہے کہ اس اجر عظیم کو چھوڑ کر لوگوں نے کلام اللہ کو جو کہ رضاء خداوندی کا ذریعہ تھا دنیا طلبی کا ذریعہ بنالیا ہے کہ روپیہ لے کر اور مقرر کر کے قرآن سناتے ہیں یہ صریح دین فروشی ہے[1]

---

[1] احکام العشرۃ الاخیرہ ص ۳۵۳ وص ۳۶۴۔

باب۳

تصحیح قرآن اور تجوید کی ضرورت واہمیت

بعض لوگ تصحیح قرآن کی طرف بالکل توجہ نہیں فرماتے، نہ مخارج کی خبر نہ صفات کا اہتمام، نہ نقص وزیادت (کمی زیادتی) سے احتراز، کوئی صاحب ض کو ظ سے ادا کرتے ہیں ، اور کوئی د سے، ث، س، ص میں ان کے نزدیک کوئی فرق ہی نہیں، الف کے موقع پر فتحہ (زبر پڑھنا) اور فتحہ کی جگہ الف پڑھ دینا، بعض لوگوں کی عادت ہوگئی ہے، نہ بے موقع وقف کرنے (سانس توڑنے) سے اجتناب کیا جاتا ہے حالانکہ اس سے بعض مواقع پر معنی میں فساد آجاتا ہے[1]

تجوید کی غلطیاں بکثرت ہوتی ہیں اور تجوید کی یہاں تک ضرورت ہے کہ بعض دفعہ اس کی مخالفت سے عربیت جاتی رہتی ہے اور جب لفظ عربیت ہی سے نکل گیا تو قرآن کہاں رہا، اور جب نماز میں قرآن نہ پڑھا گیا، تو نماز کیسے صحیح ہوگی[2]

طریقۂ کار اور دستور العمل

ضرورت اس کی ہے کہ سب ادھر متوجہ ہوں، لہجے کی ضرورت نہیں، صرف حروف کی تصحیح کرلینا چاہئے، اور اس میں کچھ زیادہ مدت نہیں لگے گی، صرف اٹھائیس حروف ہیں،

---

[1] اصلاح انقلاب ص:۴۰۔ [2] دعوات عبدیت ص:۱۱۳۔

اوران میں بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کی مشق کی ضرورت ہی نہیں، البتہ بعض حروف کے مشق کی ضرورت ہے، جیسے ت، ط، ز، ض، ظ، ر، کی تفخیم وترقیق (پر، باریک) تو اگر ایک ایک حرف کے لئے تین تین دن دیئے جائیں، تو ایک ماہ سے زیادہ صرف نہ ہوگا، اور قرآن شریف صحیح ہوجائے گا، رہے محسنات (اخفاء اظہار وغیرہ) ہر ایک کے لئے ضروری نہیں اور لہجے کی ضرورت نہیں، نیز سارے قرآن کو سیکھنے کی ضرورت نہیں، قواعد کے موافق اگر تھوڑا بھی پڑھ لیا جائے تو کافی ہے، پھر خود سب صحیح ہوجائے گا، اور یہ مضمون بہت ہی ضروری ہے۔[1]

اسی طرح فتحہ اور الف کی مقدار کا فرق ہے، اگر ایک پارہ میں اس کی درستی ہوجائے تو تمام قرآن کے لئے کافی ہے، اگر ایک رکوع روزانہ درست کرلیا جائے، تو یہ کام بھی پندرہ بیس روز سے زیادہ کا نہیں، پھر بقیہ قرآن بھی تھوڑا تھوڑا کر کے کسی کو سنا دینا، بعض لوگوں کو ماہر قاری نہ ملنے کا بہانہ ہوتا ہے لیکن اول تو اتنی تھوڑی مہارت رکھنے والے اکثر ایک دو پائے جاتے ہیں اور اگر بالفرض میسر نہیں، تو چند آدمی مل کر کسی ماہر کو بلا کر رکھ سکتے ہیں یا بستی میں سے دو چار ہونہار شخصوں کو سفر میں بھیج کر ماہر بنوا سکتے ہیں۔[2]

تصحیح قرآن اور تجوید کی طرف سے بے توجہی

افسوس ہے کہ اس وقت تصحیح قرآن اور تجوید کی طرف سے ایسی بے توجہی ہے کہ لوگ اس کو ضروری ہی نہیں سمجھتے اکثر لوگ پوری درسیات ختم کر جاتے ہیں لیکن ان کو قرآن پڑھنے کا سلیقہ نہیں ہوتا، سمجھتے ہیں کہ ''صرف'' کی کتابوں میں حروف کے مخارج وصفات پڑھ لئے ہیں اس سے زیادہ اور کیا چاہئے حالانکہ یہ خیال غلط ہے کیونکہ قرآن کا پڑھنا اس وقت تک نہیں آتا جب تک کہ کسی خاص (قاری) سے اس کو نہ سیکھا جائے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم نے مشق نہیں کی تو ہم کو غلط پڑھنا جائز ہونا چاہئے

---

[1] دعوات عبدیت ص ۱۱۳۔ [2] اصلاح انقلاب ص ۲۴۔

اور ہم کو معذور ہونا چاہئے لیکن یہ عذر ایسا ہے کہ میں نے ایک سپارہ پڑھنے والے طالب علم سے کہا کہ حاجی جی کو بلا لاؤ، وہ حافظ جی کو بلا لایا، میں نے کہا یہ کیا حماقت ہے؟ کہاں حافظ جی اور کہاں حاجی جی، ان کے تو حروف بھی الگ الگ ہیں تو کیا کہتا ہے جی میں نے مخارج کی مشق نہیں کی تو کیا یہ عذر قبول ہو سکتا ہے؟ تو جیسے یہ شخص اس غلطی سے بچ سکتا ہے اسی طرح جب مشق ممکن ہے تو ایسی غلطیوں سے ان کو بچنا بھی ممکن ہے۔

صاحبو! یہ سب بہانے ہیں اصل بات وہی ہے کہ خدا کی محبت اور اس کا خوف دل سے جاتا رہا، اگر آج یہ اشتہار دے دیا جائے کہ جو شخص حروف کے مخارج صحیح کر کے سنادے اس کو فی حرف سو روپئے ملیں گے تو آج ہی شہر کے شہر قراءت شروع کر دیں اور کچھ نہ کچھ صحیح کر کے انعام لینے کھڑے ہو جائیں لیکن افسوس ہے کہ خدا کی رضاء کے لئے امنگ نہیں پیدا ہوتی۔[1]

خطرناک حالت

اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرمانے لگیں وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِىْ اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْراً. (فرقان)

اور رسول کہیں گے کہ اے میرے پروردگا میری قوم نے اس قرآن کو بالکل نظر انداز کر رکھا تھا۔ (بیان القرآن)

معنی سے تو غفلت ہے ہی جو سہل چیز ہے یعنی الفاظ قرآن اس سے بھی غفلت ہوتی چلی جارہی ہے، چنانچہ آج کل بہت سے عقلمندوں کی رائے ہے کہ قرآن شریف پڑھنا ہی فضول ہے۔

رام پور کا قصہ ہے ایک صاحب کا بچہ قرآن پڑھتا تھا ان کے ایک دوست نے جو انگریزی کے بہت حامی تھے کہا کہ آپ اس لڑکے کو انگریزی پڑھایئے ان کے دوست نے

---

[1] احکام العشرۃ الاخیرۃ ص ۳۷۶۔

انکار نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ یہ قرآن پڑھ رہا ہے، آدھا تو ہو چکا تھا آدھا اور ہے وہ ختم ہو جائے تو انگریزی شروع کراؤں، وہ پوچھتے ہیں کہ آدھا کتنے دنوں میں پڑھا ہے انہوں نے جواب دیا کہ دو برس میں تو آپ کہتے ہیں کہ دو برس تو ضائع کر ہی چکے اب اور دو برس کیوں ضائع کرتے ہو؟

ان عقلمندوں نے کلام اللہ نہ پڑھنے کا ایک بہانہ نکالا ہے کہتے ہیں کہ اجی صاحب مطلب سمجھے بغیر پڑھنے سے کیا فائدہ اگر پڑھا جائے تو معنی مطلب کے ساتھ پڑھا جائے صرف الفاظ رٹنے سے کیا فائدہ، اپنے نزدیک بڑی خیر خواہی کی بات کی ہے۔

مگر غور سے دیکھا جائے تو یہ صرف نہ پڑھانے کا بہانہ ہے مقصود تو ہے نہ پڑھانا اور اس کا بہانہ یہ تلاش کیا، اگر بہانہ نہیں ہے تو ترجمے تو شائع ہو گئے ہیں، پھر ترجمہ سمیت کیوں نہیں پڑھاتے، ہاں اس وقت بہانہ نہ سمجھا جاتا جب یہ ویسے تو نہ پڑھاتے مگر ترجمہ کے ساتھ پڑھاتے لیکن دیکھا جاتا ہے کہ یہ حضرات نہ ویسے پڑھاتے ہیں نہ ترجمہ سے پڑھاتے ہیں، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بس نہ پڑھانا ہی مقصود ہے، اور یہ صرف نہ پڑھانے کا بہانہ ہے۔

صاحبو! قرآن شریف کا فائدہ معانی کے ساتھ خاص نہیں فائدہ کی اور بھی قسمیں ہیں، ایک قسم کا فائدہ نہ ہونے سے دوسرے فائدے ختم نہیں ہوتے۔

ہم کو معلوم ہے کہ بعض انگریزی خواں اقلیدس کی عبارت یاد کر کے امتحان میں کامیاب ہو جاتے ہیں حالانکہ مطلب کچھ بھی نہیں سمجھتے، بتلایئے کہ اس صورت میں محض الفاظ یاد کرنا مفید ہوئے، یا بے کار، ہر شخص اس کو مفید کہے گا، فائدہ کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ پاس ہو جائے خواہ مطلب کچھ بھی نہ سمجھے اور یہ نفع صرف الفاظ یاد کرنے سے بھی ظاہر ہو جاتا ہے، تعجب کی بات ہے کہ قرآن شریف کے ساتھ ہمارا یہ برتاؤ نہیں اس کے الفاظ یاد کرنے کو بے کار سمجھتے ہیں۔ (الصلوۃ ملحقہ فضائل صوم وصلوۃ ص ۲۰ وص ۲۳)

باب۴

تدبر قرآن اور درس قرآن

قرآن میں تدبر کرنے کی ضرورت

قرآن کے نازل ہونے کی غرض کیا ہے خود قرآن سے پوچھو وہ اپنے نزول کی غایت کیا بیان کرتا ہے قرآن میں ہے کِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكَ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الأَلبَاب ،یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے کہ قرآن ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اتارا ہے اور وہ برکت والی ہے، اور اس کے اتارنے سے غرض یہ ہے کہ لوگ اس کی آیتوں کو تدبر سے پڑھیں اور اہل عقل اس سے نصیحت حاصل کریں۔

لیجئے جو کام ہم لوگ آج کل قرآن سے لیتے ہیں ان کا کہیں بھی ذکر نہیں نہ فال نکالنے کا نہ نام نکالنے کا نہ بچے کو ہوا دینے کا نہ تعویذ گنڈے لکھنے کا، افسوس ہم نے یہ حشر کیا ہے قرآن کا کہ اس سے وہ کام تو لیتے ہیں جس کے واسطے وہ نہیں اتارا گیا اور وہ کام نہیں لیتے جس کے لئے وہ اتارا گیا ہے، قرآن کے ساتھ جو برتاؤ ہم کو کرنا چاہئے تھا وہ ہم نہیں کرتے اسی واسطے قرآن کا جو نفع تھا وہ ہم کو حاصل نہیں ہوتا۔

اہل علم کی کوتاہی

بعض اہل علم قرآن کے الفاظ تو پڑھتے ہی ہیں اس کے ساتھ معانی بھی پڑھتے ہیں

---

[1] جلاء القلوب، جام جمشید ملحقہ ذکر و فکر ص ۲۸۶۔

ترجمہ بھی جانتے ہیں اور اہل علم بھی ہیں، مگر ان میں ایک اور بات کی کمی ہے وہ یہ کہ تدبر نہیں کرتے، لفظی تحقیق تو بڑی لمبی چوڑی کریں گے مگر حق تعالیٰ کا مقصود اس آیت سے کیا ہے اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے، قرآن شریف کو اس نظر سے دیکھتے ہی نہیں کہ یہ ہماری اصلاح کا کفیل ہے۔

یہ نہیں دیکھتے کہ اس کے اندر ہمارے باطنی امراض کے کیسے علاج کیے گئے ہیں اور ہم کو اس سے نفع حاصل کرنا چاہئے۔[1]

قرآن پاک کی تاثیر آج بھی موجود ہے

کسی مفید شئی کے مؤثر ہونے کے لئے صرف اس نافع شئی کا وجود کافی نہیں بلکہ وجود مع الشرائط ہونا چاہئے ادنی سے اعلیٰ تک ہر کام میں یہی بات ہے کہ اثر کے لئے کچھ شرائط ہوتے ہیں جن کے بغیر اثر مرتب نہیں ہوتا، اب لوگ قرآن پڑھتے ہیں مگر اثر نہیں ہوتا یا کم ہوتا ہے پھر شکایت کرتے ہیں کہ نہ معلوم کیا بات ہے کہ اثر نہیں ہوا۔

صاحبو! قرآن میں کمی نہیں ہم میں کمی ہے، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن جیسی چیز سے اثر نہ ہو حق تعالیٰ فرماتے ہیں، لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ یعنی اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو وہ خدا کے خوف سے پاش پاش اور ریزہ ریزہ ہو جائے اور انسان جیسی نرم چیز متاثر نہ ہو گو دونوں جگہ اثر حکمت کے تقاضے کے مطابق مختلف ہو، مگر انسان میں قرآن کا اثر یعنی خشوع یہ بھی نہیں جس کی وجہ دوسری جگہ فرماتے ہیں، أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ أَقْفَالُهَا، یعنی قرآن کو غور سے نہیں دیکھتے بلکہ دلوں پر قفل (تالے) لگے ہوئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن میں تدبر نہیں کیا جاتا اور دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں، ورنہ جن لوگوں نے قرآن کو تدبر سے دیکھا خواہ

---

[1] فضائل صوم وصلوۃ ص۱۲۴۔

موافقین نے یا مخالفین نے تو اثر ہوئے بغیر نہیں رہا، کیسے کیسے پتھر موم ہوگئے، کیسے کیسے معاندوں نے گردن جھکا دی اس سے تاریخ بھری پڑی ہے، کسی زمانہ میں قرآن میں یہ اثر تھا کہ معاندین اس کے سامنے پانی ہوتے تھے اس واسطے اس کے سننے سے بچتے تھے کہ ہمارے اوپر اثر نہ ہوجائے، اور اب لوگوں کو جو اس پر ایمان کے دعوے دار ہیں، وہ اس کو پڑھتے ہیں تو شکایت کرتے ہیں کہ اثر نہیں ہوتا اس کی وجہ یہی ہے کہ قرآن کو پڑھتے ہیں مگر تدبر کے ساتھ نہیں پڑھتے صرف الفاظ پڑھ لیتے ہیں اور یہ بھی ان کا ذکر ہے جو الفاظ کو پڑھتے ہیں ورنہ اب تو دماغوں میں یہ خبط بھی پیدا ہوگیا ہے کہ قرآن کے الفاظ پڑھنے سے کیا فائدہ؟ جتنا وقت اس میں صرف کیا جائے اتنے وقت میں کوئی ڈگری کیوں نہ حاصل کی جائے۔

اور تدبر و عمل کو جو ہم نفع کی شرط کہہ رہے ہیں یہاں نفع سے خاص نفع یعنی اثر مراد ہے، اور مطلق نفع کی نفی نہیں مثلاً ہر حرف پر دس نیکیاں ملنا حدیث میں آیا ہے اس میں یہ شرط نہیں۔

خلاصہ یہ کہ بہت سے مسلمان تو قرآن پڑھتے ہی نہیں اور جو پڑھتے ہیں وہ تدبر سے نہیں پڑھتے جس پر نفع حاصل ہونا موقوف ہے[1]

---

[1] جلاء القلوب ملحقہ ذکر و فکر ص ۲۸۰۔

فصل

ترجمہ قرآن پاک وتفسیر کی ضرورت

قرآن مجید کی تعلیم کا سب کے لئے مطلوب و مامور بہ ہونا ظاہر ہے خواہ صغار ہوں یا کبار، (چھوٹے ہوں یا بڑے) عوام ہوں یا خواص، اوراس میں ترجمہ کی تعلیم بھی داخل ہے، اس لئے کہ عجم کا ترجمہ سے وہی تعلق ہے جو عرب کا اصل سے اور عوام عرب کو اس تعلیم سے کہیں مستثنٰی نہیں کیا گیا ہے، اس لئے عوام عجم کو بھی تعلیم ترجمہ سے مستثنٰی نہ کیا جائے گا، البتہ اگر کہیں متعلم کی کج فہمی سے اس میں مفاسد پیدا ہونے لگیں تو خود ان مفاسد کا انسداد کیا جائے گا۔[1]

ترجمہ وتفسیر پڑھنے کا طریقہ

ترجمہ کے متعلق یہ ضرور کہوں گا کہ اگر ترجمہ پڑھایا جائے تو خود مطالعہ کرنے کی اجازت (ہر عامی نادان) کو نہ دی جائے بلکہ کسی واقف کار سے سبقاً سبقاً پڑھا جائے اور جو مضامین دقیق ہوں ان کے اجمال پر اکتفا کیا جائے، معلم بھی ان کی تفصیل نہ بیان کریں بلکہ اجمال کے ساتھ ان کا مطلب بیان کر دیں، جتنی بات سمجھ میں آ سکتی ہے، اس کے بتلانے پر اکتفاء کریں اور خود ترجمہ کا مطالعہ کرنا تو بہت مضر ہوتا ہے اگر خود مطالعہ کر لینا کافی ہے تو اقلیدس (اور دیگر علوم سائنس ریاضی وغیرہ) کا بھی خود مطالعہ کر کے امتحان دے دیا کرو، استاذ سے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے، اگر کہا جائے کہ اقلیدس (سائنس وغیرہ) پیچیدہ ہے اس لئے استاذ سے پڑھنے کی ضرورت ہے اور قرآن شریف ایسا نہیں،

[1] بوادر النوادر ص۳۳۳ ج۲۔

تو میں کہتا ہوں کہ قانون بھی تو ایسا پیچیدہ نہیں ہے، قانون ہی کی کتاب لیجئے اور خود اس کا مطالعہ کیجئے ضرور آپ اس کے سمجھنے میں غلطی کریں گے اور جو استاذ سے پڑھے ہوں وہ غلطی نہ کریں گے، قانون داں ہی جانتا ہے قانون کی باتوں کو۔

قانونی کتاب کی ایک خاصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں ایک بات کے متعلق ایک جگہ اجمال ہوتا ہے دوسری جگہ اس کی تفصیل ہوتی ہے، اسی طرح قرآن شریف میں بھی ایسا ہوا ہے کہ ایک حکم کو دو مقام سے تعلق ہے، ایک موقع میں تو اس کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے اور دوسری جگہ اس کی تفصیل کردی گئی ہے، جب تک تفصیل کے موقع کو سمجھے ہوئے نہ ہوگا تو یہاں کیا سمجھے گا، اور کہیں ایسا ہے کہ کچھ تفصیل اس موقع پر ہے اور کچھ دوسرے موقع پر، پس اس کے سمجھنے کے لئے ضرورت ہے کہ دونوں موقعوں کا علم ہو اور یہ بات واقف کار ہی جان سکتا ہے کہ اس کا ذکر کتنی جگہ ہوا ہے، خود مطالعہ کرنے والا کیا جانے گا، بس یہ ہوگا کہ ایک موقع مجمل دیکھ کر اس کو الجھن پیدا ہوگی، شبہات پیدا ہوں گے، اور یہ کچھ کلام اللہ ہی کے ساتھ خاص نہیں، ہر فن میں یہی بات ہے، مثلاً فقہ ہی ہے اس میں ایک مسئلہ جس کا تعلق دو باب سے ہے، ایک باب میں مجمل ہے، اور ایک باب میں مفصل ہے تو جب تک دونوں موقعوں سے واقفیت نہ ہوگی تو کیا خود سمجھے گا اور کیا دوسروں کو سمجھا سکے گا۔

یہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ قرآن شریف کا ترجمہ خود دیکھ لینا کافی نہیں ہے، کسی محقق عالم سے پڑھ لینا چاہئے لیکن اس کے لئے اگر فرصت نہ ہو تو یہ نہ ہو کہ الفاظ کو بھی بے فائدہ سمجھ کر چھوڑ دیا جائے کیونکہ قرآن شریف کا فائدہ معانی کے ساتھ خاص نہیں، فائدہ کی اور بھی قسمیں ہیں [1]

[1] الصلوۃ ملحقہ صوم وصلوۃ ص ۲۱و۲۲۔

خود ترجمہ وتفسیر کا دیکھنا کافی نہیں

کسی استاذ سے پڑھنے کی ضرورت ہے

زبان آجانے سے فن سہل نہیں ہوتا، اس لئے ترجمہ پڑھنے کے لئے کسی قانون شریعت جاننے والے مولوی کو منتخب کیا جائے، اوراس سے تمام ترجمہ پڑھ لیا جائے، اور یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جب قرآن کا اردو میں ترجمہ ہوگیا ہے تو اس کے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے وہ تو خود ہماری زبان ہے۔

بات یہ ہے کہ ترجمہ سے صرف عربی ترکیب اور لغات حل ہوجائیں گے مگر قرآن کوئی ''مقامات حریری'' تو ہے نہیں کہ صرف حل لغات وترکیب اس کے معنی ومطلب سمجھنے کے لئے کافی ہوجائے، قرآن میں تو بڑے بڑے علوم یعنی عقائد وتزکیہ اخلاق وفقہ مذکور ہیں، جب تک ان کو نہ بیان کیا جائے اس کا مطلب حل نہیں ہوسکتا اور جو شخص ان علوم سے خود ہی واقف نہیں، اور نہ کسی واقف سے پڑھا ہے، وہ اگر خالی ترجمہ دیکھے گا تو اندیشہ ہے کہ وہ مرجیہ وقدریہ (باطل فرقے) کا ہم عقیدہ ہوجائے، کیونکہ ہر فن وہر کتاب کی خاص اصطلاحیں ہوتی ہیں جو محض ترجمہ سے بدون استاذ کے بتلائے حل نہیں ہوسکتیں۔

صاحبو! ذرا دنیا کے کاموں پر نظر کرو، ذرا ذرا سا کام بھی بغیر استاذ کے بتلائے نہیں آتا، نجاری یعنی بڑھئی کا کام ذرا کوئی بغیر سیکھے کر تو لے یقیناً اپنے ہاتھ پیر کاٹ لے گا، حالانکہ بارہا بڑھئی کو کاٹتے چھیلتے دیکھا ہوگا وہاں کوئی نہیں کہتا کہ بس ہم نے طریقہ دیکھ لیا ہم بھی ایسا ہی کریں گے، ان باتوں میں ساری دنیا کا اتفاق ہے کہ بھائی صرف دیکھ لینا کافی نہیں جب تک کہ باقاعدہ استاذ سے نہ سیکھا جائے، افسوس کہ قرآن کو ایسا معمولی کلام سمجھا جاتا ہے کہ اس کا ترجمہ دیکھ لینا کافی ہوگیا۔

جب خسیس سے خسیس فن بغیر استاذ سے سیکھے نہیں آسکتا تو ترجمہ قرآن کی بابت

کون دعوی کرسکتا ہے کہ میں بغیر استاذ کے سمجھ لیتا ہوں اور جو لوگ دعوی کرتے ہیں وہ اس کا امتحان اس طرح کر لیں کہ پہلے خود سارا ترجمہ قرآن دیکھ جائیں، اس کے بعد کسی عالم سے پڑھیں، انشاء اللہ اس کے بعد خود ہی اپنے کو جاہل کہیں گے اور معلوم کر لیں گے کہ محض ذہین ہونے سے کچھ نہیں ہوتا، ترجمہ سمجھنے کے لئے محض ادب دانی کافی نہیں۔

اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب ترجمہ قرآن بھی بغیر پڑھے نہیں آسکتا تو ترجمہ کرنے ہی کی کیا ضرورت تھی اس سے کیا نفع ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ترجمہ سے نفع یہ ہوا کہ آپ کو عربی، صرف ونحو ولغت پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی، کیا یہ تھوڑا نفع ہے، اگر ترجمہ نہ ہوتا تو پہلے صرف ونحو میں دماغ صرف کرنا پڑتا پھر کہیں برسوں کے بعد اس قابل ہوتے کہ ترجمہ قرآن سمجھ سکیں، اب اتنی آسانی ہے کہ جیسا چاہو ترجمہ کسی مولوی سے شروع کر سکتے ہو، یہ تھوڑا نفع ہے؟ باقی ترجمہ کرنے والوں کا یہ ہرگز مقصود نہیں کہ کسی سے پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں۔

میں یہ کہہ رہا تھا کہ تدبر قرآن کے لئے سب کو مولوی بننا ضروری نہیں بلکہ قرآن میں تدبر کی اور بھی سہل صورتیں ہیں جو بغیر مولوی بنے حاصل ہو سکتی ہیں۔[1]

درس قرآن کا طریقہ

ترجمہ وتفسیر پڑھنے اور پڑھانے والوں کے شرائط

اورضروری ہدایات

ا:۔ تعلیم کنندہ (پڑھانے والا) عالم کامل وحکیم وعاقل ہو کہ ترجمہ کی تقریر اور تفسیر کے مضامین کے انتخاب میں مخاطب کے فہم کی رعایت رکھے۔

[1] المراد ملحقہ دنیا وآخرت ص ۲۵۔

۲:۔ متعلم (پڑھنے والا) خوش فہم (سمجھ دار) ومنقاد (بات ماننے والا) ہو، معجب بالرائے اور خود پسند نہ ہوتا کہ تفسیر سمجھنے میں غلطی نہ کرے اور تفسیر بالرائے کی جرأت نہ کرے۔

۳:۔ اگر کوئی مضمون متعلم کی سمجھ سے بالاتر ہو، اس میں معلم اس کو وصیت کرے کہ اس مقام کا ترجمہ محض تبرکاً پڑھ لو، یا اجمالاً اس قدر سمجھ لو اور آگے تفصیل کی فکر مت کرو، اور وہ متعلم بھی اس کو قبول کر لے۔

۴:۔ اگر اوصاف مذکورہ کا جامع معلم میسر نہ ہو تو وہ ایسے مقامات کی بالکل تقریر نہ کرے، صرف ترجمہ کی عبارت پڑھا دے جیسے ہمارے قصبات میں اکثر لڑکیاں قرآن مجید کا ترجمہ پڑھتی ہیں مگر اس طرح کہ صرف عبارت پڑھ لی، نہ معلّمہ تفسیر کرتی ہے، نہ متعلمہ اس کی تحقیق کرتی ہے، محض برکت حاصل کرنا اور بے تکلف اجمالاً جتنا سمجھ میں آجائے اس کا سمجھ لینا مقصود ہوتا ہے۔

۵:۔ اس کے بعد جب یہ مبتدی تفسیر سمجھنے کے قابل ہو جائے خواہ کچھ کتابیں پڑھنے سے خواہ معلومات کی وسعت سے خواہ علماء کی صحبت سے اس وقت مکرر کسی محقق عالم سے ترجمہ حل کر کے پڑھ لیں ابتدائی پڑھنے پر کفایت نہ کریں۔

۶:۔ جہاں ایسا استاذ نہ ملے، وہاں یہ رائے دیتے ہیں کہ پہلے معلومات دینیہ ضروریہ کو حاصل کر لو تا کہ علوم قرآن سے مناسبت ہو جائے پھر مطالعہ کے وقت جہاں ذرا بھی شبہ رہے وہاں فکر سے کام نہ لیں بلکہ نشان بنا کر جب کوئی محقق عالم ملا کرے، اس سے حل کر لیا کریں۔[۱]

پڑھے لکھے لوگوں کے لئے دستور العمل

(پڑھے لکھے لوگوں کے لئے دستور العمل یہ ہے کہ) کسی محقق عالم سے کوئی ترجمہ یا

[۱] بوادر النوادر ص ۳۳۴، امداد الفتاویٰ جلد ۴، ص: ۸۴۔ [۲] اصلاح انقلاب ص ۴۹۔

مختصر یا متوسط تفسیر دریافت کر کے ان ہی عالم سے سبقاً سبقاً (تھوڑا تھوڑا) تمام قرآن کا ترجمہ وتفسیر خوب سمجھ کر ختم کرلیں۔

اور بعض مقامات جو باوجود سمجھانے کے سمجھ میں نہ آئیں، یا کچھ شبہ رہے، اس کے درپے نہ ہوں، بس شریعت کا مقصد زبانی اس عالم سے دریافت کر کے اس پر اعتقاد رکھ کر زیادہ تفتیش (اور زیادہ تحقیق کھود کرید) چھوڑ دیں اور ایسے مقامات پر نشان بنادیں، پھر جب تلاوت کریں تو تھوڑا سا مطالعہ اس ترجمہ یا تفسیر کا بھی کریں، انشاء اللہ تعالیٰ اس طرح معانی قرآن سے مناسبت بڑھ جائے گی [۲]

عوام الناس کے لئے درس قرآن کا دستورالعمل

(ناخواندہ) عوام الناس کے لئے سہل طریقہ یہ کہ چند اشخاص مل کر اگر کوئی عالم بلا تنخواہ میسر ہو جائے تو فبہا ورنہ تنخواہ پر رکھ کر ان سے درخواست کریں کہ روزانہ یا چوتھے پانچویں روز معین وقت پر ایک یا نصف رکوع کا خلاصہ مطلب عام فہم زبان میں بطور وعظ کے فرمادیا کریں۔ اگر ہمت ہو تو پھر دوبارہ شروع کردیں، اور جو شبہ پیدا ہو اس کو زبانی پوچھ لیں، جو سمجھ میں نہ آئے اس کو چھوڑ دیں، اور شرعی حکم پوچھ کر اس پر کاربند رہیں [۱]

---

[۱] اصلاح انقلاب ص ۴۹۔

باب۵

خصوصیاتِ قرآن

قرآن شریف نظم میں کیوں نہیں نازل کیا گیا؟

قرآن شریف کی خوبی اور ایک اعجاز

حق تعالی کے کلام میں مبالغہ نہیں ہوتا، کلام اللہ شاعرانہ کلام نہیں ہے، اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نظم میں نہیں اتارا گیا کیونکہ نظم کے حسن میں یہ بات داخل ہے کہ اس میں مبالغہ ہو دیکھئے شاعروں کے کلام میں کس قدر مبالغہ ہوتا ہے بلکہ شعر اتنا ہی اعلی درجہ کا سمجھا جاتا ہے جتنا اس میں مبالغہ زیادہ ہو، جتنے بھی زمین آسمان کے قلابے ملائے جائیں اتنی ہی تعریف کی جاتی ہے، خدوخال اور کمر کی تعریفیں شعراء کے کلام میں دیکھ لیجئے کہ کیسی ہیں، الٰہی توبہ، مبالغہ سے گزر کر کذب (جھوٹ) تک نوبت آ گئی ہے۔

قرآن شریف تو محض نصیحت ہے اس میں مبالغہ کی کیا ضرورت اور کیا گنجائش ہے، قرآن شریف میں سچی سچی باتیں ہیں، اور جو قصے ہیں وہ بھی سچے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ سچا قصہ ہمیشہ مبالغہ سے خالی ہوتا ہے، دیکھ لیجئے، جو قصے بالکل سچے ہیں اور جن میں صرف تاریخی واقعات نقل کئے گئے ہیں ان میں مبالغہ کہیں نہیں ہوگا بلکہ ان کی عبارت شاعرانہ بھی نہ ہوگی اسی وجہ سے پڑھنے والوں کو ان میں کچھ حظ (مزہ) نہیں آتا۔

مگر کلام الٰہی میں یہ نئی بات ہے کہ باوجود سیدھا سیدھا کلام ہونے کے اور باوجود سچے قصے ہونے کے اس میں یہ خوبی بھی موجود ہے کہ نہایت دلکش ہے، اس کی عبارت بھی ایسی ہے کہ پڑھنے سے لطف آتا ہے، سچے کلام کو دلربا کبھی نہ دیکھا ہوگا، مگر قرآن شریف باوجود سچا کلام ہونے کے اعلیٰ درجہ کا دلربا بھی ہے یہ قرآن شریف کا اعجاز ہے اس کا حسن بمقابلہ دوسرے کلاموں کے ایسا ہے جیسے ایک شخص قدرتی حسین ہے کہ خود ہی دلربا ہے نہ اس کو کسی بناوٹ کی ضرورت ہے نہ اس کا حسن کسی وقت جاسکتا ہے، اور ایک وہ حسین ہے جو بنا ٹھنا بیٹھا ہے، مانگ پٹی جمی ہوئی ہے، زیور سے آراستہ ہے اس کا ساز وسامان بھی اعلیٰ درجہ کا ہے اس کا حسن محض بناوٹ ہی بناوٹ ہے سب جانتے ہیں کہ یہ حسن اس خداداد حسن کے سامنے کوئی چیز بھی نہیں، کتنی ہی بناوٹ کی جائے مگر وہ دلربائی اس میں کہاں پیدا ہوسکتی ہے، جو خداداد حسن میں ہے، آخر قدرتی قدرتی ہے اور مصنوعی مصنوعی ہے یہ حسن نہ اس کے برابر دلکش ہے نہ اس کو قیام ہے، ابھی ساز وسامان اور زیور الگ کردو مانگ پٹی بگاڑ دو تو بس کچھ بھی نہ رہے، بخلاف قدرتی حسن کے کہ وہ ہر وقت یکساں ہے۔

یہی حالت کلام الٰہی کی ہے کہ اس میں مبالغہ نہیں، جھوٹ نہیں، تصنع اور تکلف نہیں پھر بھی دلکش ایسا ہے کہ دوسرا کوئی کلام ہو ہی نہیں سکتا ہے۔[1]

قرآن کی خصوصیت ہے کہ مسلمانوں سے سیکھے بغیر کوئی قوم اس کو صحیح نہیں پڑھ سکتی

یہ بھی قرآن کی ایک خصوصیت ہے کہ اس کو مسلمانوں سے سیکھے بغیر کوئی قوم از خود صحیح

[1] الباطن ملحقہ اصلاح باطن، ص ۲۹، ۱۶۴۔

طور پر پڑھ بھی نہیں سکتی، سمجھنا تو در کنار، میرے چھوٹے بھائی ایک دفعہ ریل میں سفر کر رہے تھے اس میں ایک انگریز بھی سوار تھا، بھائی کے ہاتھ میں قرآن شریف تھا جو ٹائپ کا چھپا ہوا تھا، صاحب بہادر بولے کہ میں اس کو دیکھ سکتا ہوں، بھائی نے کہا ادب و تعظیم کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں، کیونکہ یہ ہماری آسمانی کتاب ہے، انگریز نے رومال ہاتھ پر رکھ کر کہا کہ میں اس کو ہاتھ نہ لگاؤں گا رومال سے پکڑوں گا، بھائی نے قرآن شریف اس کے ہاتھ میں دے دیا اس نے رومال سے اس کو کھولا تو اول ہی الـرٓ نکلا، ٹائپ میں را کا سر ذرا مڑا ہوا تھا جس پر واو کا شبہ ہوسکتا تھا، اس لیے صاحب کہتے ہیں کہ یہ کیا ہے، آلو، بھائی نے قرآن شریف ان کے ہاتھ سے لے لیا اور کہا کہ آپ اس کو ہم سے سیکھے بغیر نہیں پڑھ سکتے۔

ایک صاحب نے ضاد کے بارے میں مجھ سے تحریری سوال کیا تھا کہ ضاد کا مخرج کہاں سے ہے، اور اس میں اور ظاء میں کیا فرق ہے میں نے لکھ دیا ہے کہ یہ بات خط سے نہیں معلوم ہوسکتی اس کو کسی ماہر تجوید (قاری) سے زبانی سن کر سمجھ سکتے ہیں۔

ایسی بعض باتیں ہیں جو مطالعہ سے حاصل نہیں ہوسکتیں بلکہ ان کے لئے استاد کی ضرورت ہے کیونکہ بعض باتیں سینہ بسینہ ہوتی ہیں، اس میں کچھ تصوف اور سلوک ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ ہر علم میں ایک بات ایسی ہوتی ہے جو سینہ بسینہ ہے کہ صرف استاد سے حاصل ہوتی ہے، پھر قرآن ہی اتنا سستا کیوں ہوگیا کہ اس کا مطلب استاد کے بغیر سمجھ میں آجائے گا، آج کل تعزیرات ہند کا ترجمہ اردو میں ہوگیا ہے ذرا کوئی اس ترجمہ کو دیکھ کر مطلب صحیح تو بیان کردے یقیناً بہت جگہ غلطی کریگا، اسی طرح کیمیاء کی کتابیں اردو میں ہوگئی ہیں، کوئی ان کو دیکھ کر کیمیاء تو بنالے، کبھی نہیں بنا سکتا، پس معانی قرآن حاصل کرنے کا یہ طریقہ نہیں کہ ترجمہ دیکھ لیا جائے، ترجمہ قرآن اگر دیکھو تو صرف ونحو اور قدرے فقہ کے بعد دیکھو اگر یہ نہ ہوسکے تو کم از کم اردو ترجمہ کسی عالم سے سبقاً سبقاً (تھوڑا تھوڑا) پڑھ لو[1]

[1] الفاظ القرآن ص۱۲، ۱۳۔

حفاظ کی کثرت قرآن کا کھلا ہوا معجزہ ہے

الفاظ قرآن کا یہ معجزہ ہے کہ وہ نہایت سہولت سے حفظ ہوجاتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ یہ لکھے ہوئے مصاحف گم ہوجائیں تو ایک بچہ حافظ قرآن اپنی یاد سے اس کو دوبارہ لکھوا سکتا ہے بڑوں کا تو کیا ذکر۔

مظفر نگر کا واقعہ ہے کہ وہاں ایک واعظ نے قرآن کے اس معجزہ کو ظاہر کرنا چاہا وعظ کے درمیان میں ایک آیت پڑھ کر اٹک گئے اور مجمع کو خطاب کر کے کہا کہ اس مجمع میں جس قدر حافظ موجود ہوں چھوٹے بڑے سب کھڑے ہوجائیں مجھے ایک آیت میں شبہ ہوگیا ہے اس کو حل کرنا چاہتا ہوں تو چاروں طرف سے بہت سے آدمی کھڑے ہوگئے جن میں بچے بھی تھے جوان بھی اور بوڑھے بھی تھے، یہ دیکھ کر واعظ صاحب نے کہا، الحمدللہ صاحبو! مجھ کو آیت میں شبہ نہیں ہوا تھا مجھے صرف یہ دکھلانا تھا کہ اس مجمع میں جس کے اندر حفاظ کو بالقصد جمع نہیں کیا گیا یوں ہی کیف ما اتفق یہ سب مجمع آ گیا ہے اور اس قدر حفاظ قرآن موجود ہیں اب قیاس کرو کہ سارے شہر میں کتنے حافظ ہوں گے، پھر یہ اندازہ کرو کہ پورے ضلع میں کتنے ہوں گے، پھر سوچو، سارے ہندوستان میں کتنے ہوں گے، اور دنیا بھر میں کتنے ہوں گے۔

صاحبو! یہ قرآن کا معجزہ نہیں تو کیا ہے، اس زمانے میں جب کہ قرآن کی طرف رغبت کا کوئی سامان نہیں نہ اس کے حفظ کرنے والوں کو کوئی بڑا عہدہ ملتا ہے بلکہ زیادہ تر امراء کی توجہ انگریزی پڑھنے کی طرف ہے، اور کفار (یہود ونصاری) قرآن کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں، (اس کے باوجود) اس قدر حفاظ موجود ہیں کہ بچے بھی حافظ ہیں اور مرد بھی اور بعض قصبات میں عورتیں بھی حافظ ہیں، چنانچہ قصبہ پانی پت میں بہت عورتیں بھی حافظ ہیں، اور بعض تو سبعہ قرأت کی حافظہ ہیں۔

یہ خدا ہی کی حفاظت ہے کہ قرآن کے اس قدر حفاظ ہر زمانے میں ہوتے رہتے ہیں

کہ ان کا شمار کرنا بھی دشوار ہے[1]

شیعہ حافظ قرآن ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

آج کل مسلمانوں میں یہ بات زیر غور ہے کہ شیعہ کو قرآن حفظ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور بہت لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ شیعہ ہرگز حفظ نہیں کر سکتے، اور اس دعویٰ کو بہت زور کے ساتھ شیعہ کے مقابلہ میں ان کو عاجز کرنے کے لئے بیان کرتے ہیں، اور واقعی شیعہ نے آج تک ایسے مواقع میں اپنا کوئی حافظ پیش نہیں کیا، اور اس بات سے وہ بہت عاجز اور نادم ہو جاتے ہیں، لیکن یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے اس کی بناء محض تجربہ غالبہ پر ہے اس لئے ہم زبان سے اس کا دعویٰ نہیں کر سکتے کہ شیعہ سے حفظ قرآن محال یا متعذر رہے، اب رہی یہ بات کہ ان میں حافظ کیوں نہیں ہوتے آیا اس کا منشاء حضرات خلفاء ثلاثہ کی شان میں گستاخی ہے جس کی نحوست سے ان کو حفظ نہیں ہو سکتا یا کچھ اور بات ہے تو میرا خیال یہ ہے کہ اس میں گو اس گستاخی کی نحوست کو بھی دخل ہے مگر اس کا اصل منشاء ان لوگوں کی بے توجہی ہے کہ ان کو قرآن کے ساتھ لگاؤ اور دلچسپی نہیں اس لئے ان کو اس کے پڑھنے اور پڑھانے اور حفظ کرانے کا اہتمام بھی نہیں، اور ممکن ہے کہ اس عدم اہتمام اور عدم تعلق کا سبب اس کے محرف ہونے کا اعتقاد ہو (یعنی چونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ قرآن تحریف شدہ ہے اس لئے ان کو اس کے پڑھنے پڑھانے اور یاد کرنے کا اہتمام نہیں) بہر حال عدم حفظ کا سبب قریب تو عدم اہتمام ہی ہے، اس عدم اہتمام کا سبب جو بھی چاہے ہو، اگر یہ لوگ بھی سنیوں کی طرح قرآن کے پڑھنے پڑھانے کا اہتمام کرتے تو غالباً ان کو بھی قرآن حفظ ہو سکتا تھا، محال یا متعذر ہونے کی کوئی دلیل نہیں چنانچہ پانی پت میں شیعہ کے بعض بچے حافظ ہو جاتے ہیں مگر رہتے نہیں اور حفظ نہ رہنے کا سبب بھی وہی عدم اہتمام

[1] الفاظ القرآن ص ۴۴۔

ہے، ایک شیعہ لڑکا غلام سردار نام کا میں نے خود دیکھا ہے کہ وہ حافظ ہوگیا تھا مگر بعد میں سنی ہوگیا کیونکہ جب وہ حافظ ہوگیا تو رمضان کے موقع پر اس نے اپنی جماعت سے کہا کہ تراویح میں میرا قرآن سنو! انہوں نے کہا ہمارے یہاں نہ تو جماعت ہے نہ تراویح ہے، اس نے کہا کہ جب تراویح میں میرا قرآن نہ سنا جائے گا تو مجھے محفوظ کیسے رہے گا، شیعوں نے کہا جو کچھ بھی ہو ہم تیری وجہ سے تراویح تو نہیں پڑھ سکتے، اس نے کہا تو پھر میں سنی ہوتا ہوں تاکہ میرا حفظ باقی رہے، چنانچہ وہ سنی ہوگیا تو اس لڑکے کو دیکھ کر میرا خیال یہی ہے کہ شیعہ کے عدم تحفظ (حافظ نہ ہونے) کا سبب ان کا عدم اہتمام ہے، اگر وہ حفظ کا اہتمام کریں تو حافظ ہوسکتے ہیں، مگر حافظ رہیں گے نہیں کیونکہ بقاء حفظ کا سامان ان کے یہاں نہیں اور تنہا پڑھنے سے حفظ (عموماً) باقی نہیں رہتا، اس میں کچھ تراویح میں سنانے کو خاص دخل ہے، مگر میں نے اپنا یہ خیال اپنی جماعت کے سامنے بیان کردیا ہے کہ یہاں سب اپنے ہی ہیں اور اس ضرورت سے بیان کیا ہے کہ تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ شیعہ کا حافظ نہ ہونا کوئی شرعی مسئلہ نہیں جیسا کہ بہت سے عوام کا خیال ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میرے اس خیال کو شیعوں میں مشتہر کیا جائے۔

---

[1] استمرار التوبہ علی تکرار الحوبہ ملحقہ راہ نجات ص ۱۴۱۔

باب ٦

تعلیم قرآن کی فضیلت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم وتعلم قرآن کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''خَیۡرُکُمۡ مَنۡ تَعَلَّمَ الۡقُرۡآنَ وَعَلَّمَهٗ''۔ یعنی تم میں بہتر اور افضل وہ لوگ ہیں جو قرآن کو سیکھتے اور سکھاتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی مشغولیت بہت بڑی طاعت ہے اور جو لوگ اس کی تعلیم وتعلم میں مشغول ہیں وہ سب سے بہتر ہیں [۱]

حامل قرآن کی اہمیت

لوگ جن کو اہل اللہ سمجھتے ہیں انہی کی قدر کرتے ہیں چنانچہ درویشوں کی بہت قدر ہے کیونکہ ان کو اللہ والا سمجھا جاتا ہے، ان قرآن والوں کو اللہ والا ہی نہیں سمجھتے، یہ بہت بڑی غلطی ہے، کیونکہ قرآن کا تعلق خدا تعالی سے ایسا ہے کہ اتنا تعلق کسی چیز کو خدا تعالی سے نہیں، ہر چیز کا تعلق خدا سے بالواسطہ ہے اور قرآن کا تعلق بلا واسطہ ہے کیونکہ قرآن کلام اللہ ہے، اور کلام کو متکلم سے بلا واسطہ تعلق ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کلام کا اتنا ادب کرتے تھے کسی چیز کا اتنا ادب نہ کرتے تھے، مگر اس پر بھی ہماری حالت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حج کر کے آئے اس کی تو تعظیم وتکریم کرتے ہیں اور حاجی بننے کو بڑی بات سمجھتے ہیں، اور جو لوگ قرآن کی تلاوت اور اس کی

---

[۱] التبلیغ ص ۱۱۸ ج ۲۱۔

تعظیم وغیرہ میں مشغول ہیں ان کی عظمت حاجی کے برابر بھی نہیں کرتے، اسی طرح جولڑکا حفظ قرآن سے فارغ ہوا اس کو حج کرنے والے کے برابر نہیں سمجھتے، حالانکہ قرآن کا درجہ بیت اللہ سے یقیناً بڑھا ہوا ہے بیت اللہ جس کے اشتیاق میں ہم ہمیشہ رہتے ہیں اس سے بھی افضل چیز ہمارے گھر میں ہر وقت رہتی ہے، مگر افسوس ہے کہ اس نعمت کی قدر نہیں، لوگوں کے ذہنوں میں قرآن کا درجہ ابھی تک نہیں آیا۔[1]

اہل قرآن کا ادب

جب قرآن کے ساتھ ہمارا یہ برتاؤ اور اس کی عظمت ہمارے دلوں میں ویسی نہیں ہے جیسی ہونی چاہئے تو پھر اہل قرآن کی کہاں سے ہو ان کو ہم اپنے سے افضل تو کیا سمجھتے بلکہ حقیر سمجھتے ہیں۔

بھلا اگر کوئی درویش بزرگ تمہارے پلنگ پر پائنتی کی طرف آکر بیٹھ جائے تو کیا تم سے یہ ہوسکتا ہے کہ تم سرہانے چڑھے بیٹھے رہو ہر گز نہیں اول تو تم ان کو دور ہی سے دیکھ کر کھڑے ہو جاؤ گے اور ان کے سرہانے تو ہر گز نہ بیٹھو گے کیونکہ تم ان کو اپنے سے افضل سمجھتے ہو۔

پس اگر اس حدیث خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ کے مطابق تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ حافظ قرآن بھی ہم سے افضل ہے تو اس کی کیا وجہ ہے کہ ان کا ادب ایسا نہیں کیا جاتا اور اگر ادب نہ کیا تھا تو ان کو حقیر بھی نہ سمجھا ہوتا۔[2]

حفظ قرآن پاک کی ضرورت

عقلی قواعد کی رو سے پوچھتا ہوں کہ آیا علوم دینیہ کا باقی رہنا ضروری ہے یا نہیں؟ یقیناً اس کا جواب یہی دیا جائے گا کہ ضروری ہے اور جب ضروری ہے تو چونکہ قرآن ان کا منبع

[1] التبلیغ ص۲۲۳ ج۲۱۔ [2] التبلیغ ص۲۲۵ ج۲۱۔

(سرچشمہ) ہے اس کا محفوظ رہنا بھی ضروری ہوگا ورنہ کون سی صورت ہے کہ علم بدون الفاظ کے باقی رہے۔

اگر کہو کہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے تو سمجھو کہ اگر پڑھنا چھوٹ جائے تو قرآن کا لکھنا اور چھپنا اور فروخت ہونا سب چھوٹ جائے اور قرآن کہیں بھی دستیاب نہ ہو یہ بات اس وقت ہلکی معلوم ہوتی ہے مگر ایک صدی کے بعد آپ دیکھتے کہ کیا حالت ہو جاتی اور اگر دستیاب بھی ہو تو صحیح لکھا جانا اور صحیح معلوم ہونا یہ سب اسی تلاوت اور حفظ کی بدولت ہے، اگر تلاوت بھی بالکل ترک کردی جائے اور لوگوں کے ذہن سے قران شریف اتر جائے اور پھر کسی لفظ یا آیت میں اختلاف ہو تو کون شخص فیصلہ کرے گا، بلکہ میں کہتا ہوں کہ علوم دینیہ اگر باقی بھی رہیں تب بھی پڑھنا چھوڑ دینے کی صورت میں قرآن مجید کی صحت نہیں ہوسکتی۔

بلکہ میں ترقی کر کے کہتا ہوں کہ اگر حفظ کرنے کا سلسلہ بند ہوجائے اور پڑھنا پڑھانا چھوٹ جائے اور قرآن کے صحیح نسخے موجود ہوں تب بھی صحیح نہیں پڑھے جاسکتے ہیں، (مثلاً الم، الٓر) جب تک کسی پڑھے ہوئے سے نہ پڑھا جائے ممکن نہیں کہ الر یا اس کے مثل دوسرے الفاظ کو صحیح پڑھ دیا جائے آخر یہ کس طرح معلوم ہوگا کہ تلفظ میں الف، لام را علیحدہ علیحدہ پڑھے جائیں گے، قرآن میں جو جا بجا تلاوت کی طرح کی فضیلت آئی ہے اور حکم فرمایا گیا ہے اور تلاوت کرنے والوں کی مدح کی گئی ہے، کیا یہ سب ترغیب اور حکم محض بے کار چیز پر ہے، اور سب کے سب دو تین ہی سپارے پڑھا کریں تو پھر قرآن کی حفاظت کیوں کر ہوگی اور سب ناظرہ ہی پڑھنے لگیں حفظ نہ کریں تو قرآن مسلمانوں کے پاس کیونکر رہے گا، کیونکہ اس صورت میں اگر کوئی دشمن قرآن کے سب نسخے مسلمانوں سے چھین کر ضائع کر دے تو مسلمان قرآن سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔[1]

[1] التبلیغ ص ۲۱۴ ج ۱۰ دعوات عبدیت ص ۷۰ ج ۶۔

ضرورتِ حفظ قرآن کی عجیب دلیل

ایک اور دلیل حفظ قرآن کے ضروری ہونے کی بیان کرتا ہوں اور یہ دلیل اس وقت کے مذاق کے اعتبار سے بہت عجیب دلیل ہے اس کے لئے اول دو مقدمے سنئے، پہلا مقدمہ یہ ہے کہ جتنی ارضی وسماوی کتابیں ہیں ان میں کوئی کتاب بھی ایسی نہیں ہے کہ وہ یاد ہوکر یاد رہ سکے، اور اگر کسی نے یاد بھی کرلیا تو بہت بڑے حافظے کی ضرورت ہے اور قرآن شریف بہت جلد یاد ہوجاتا ہے، اور بہت تھوڑی عمر میں لڑکے اس کو حفظ کرلیتے ہیں، چنانچہ میرے ایک دوست نے تین ماہ سے بھی کم میں قرآن شریف حفظ کرلیا تھا، ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ اس زمانے میں عقلاء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ نیچر ہر زمانے میں اس چیز کو پیدا کرتا ہے جس کی ضرورت ہوتی ہے، میں اس کو شرعی اصطلاح میں کہتا ہوں کہ خدا تعالی ہر زمانے میں اس چیز کو پیدا کرتا ہے جس کی ضرورت ہوتی ہے اور ان دونوں مقدموں کے بعد کہتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ خدا تعالی نے یہ مادہ طبیعت میں ودیعت کیا ہے کہ قرآن شریف بہت جلد یا ہوجائے، معلوم ہوا کہ فطرۃ اس کے حفظ کی ضرورت ہے تو صاحبو! اپنے نیچر (فطرت) کی مخالفت نہ کرو[1]

حفاظ وقرّاء کی فضیلت

حافظ وقاری حق تعالی کے یہاں کس قدر محبوب معزز ہیں (حدیث پاک میں آیا ہے اشراف أمتی حملة القرآن[2] حاملین قرآن (یعنی قرآن پڑھنے پڑھانے یاد کرنے والے) میری امت کے معزز لوگ ہیں) کیونکہ حق تعالی کے کلام کے پڑھنے والے اور اس کے محافظ ہیں پھر جس شخص کے ساتھ حق تعالی کو محبت ہو اس کی عظمت کا کیا

---

[1] دعوات عبدیت ص ۵۷ ج ۶۔ [2] طبرانی، مجمع الزوائد ص ۱۶۱ ج ۷۔

ٹھکانا، ایک دنیا کا حاکم اگر کسی سے بات کرلیتا ہے تو اس کے دماغ آسمان پر پہنچ جاتے ہیں اور دیکھنے والوں کی نظر میں اس کی عظمت ہوجاتی ہے کہتے ہیں کہ یہ شخص حاکم کے منھ لگا ہوا ہے، حالانکہ دنیا کیا اور اس کی حکومت ہی کیا، خدا تعالیٰ کی شان تو بہت ارفع ہے سو جس شخص کی خدا تعالیٰ عظمت کریں اس کی عزت کا کیا ٹھکانا۔

اس سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ حفظ قرآن کتنی بڑی دولت ہے اسی طرح قراءت گو حفظ سے نہ ہو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہم کلامی ہے۔[1]

حفظ قرآن کی بڑی فضیلت ہے قیامت میں حافظ کی شفاعت سے ایک بڑی جماعت کی بخشش ہوگی اور اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سے آفتاب بھی ماند ہوجائے گا، اس سے اندازہ کرلو کہ خود حافظ کی کیا کچھ قدر و منزلت ہوگی لہٰذا اس دولت کو ضرور حاصل کرنا چاہئے جن کے دو چار لڑکے ہوں وہ ان میں سے ایک کو حافظ بھی ضرور بنائے، قیامت کے دن قرآن پڑھنے والے کو حکم ہوگا کہ قرآن پڑھتے جاؤ اور چڑھتے چلے جاؤ جہاں تمہارا قرآن رک جائے وہیں تم رک جاؤ وہی تمہارا درجہ ہے مگر تعلیم یافتہ لوگوں کو اسکول کے درجوں کی ضرورت ہے، جنت کے درجوں کی کیا ضرورت اس لئے قرآن پڑھنے کو بے کار سمجھتے ہیں۔[2]

حفظ کرنے سے کیا دماغ کمزور ہوتا ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حفظ کرنے سے دماغ کمزور ہوجاتا ہے اس لئے ہم اپنے بچوں کو حفظ نہیں کراتے کیونکہ دماغ کمزور ہوجانے کے بعد وہ کسی دوسرے کام کے نہیں رہتے اس کے جواب میں ایک ڈاکٹر کا قول نقل کردینا کافی ہے، ایک ڈاکٹر نے مجھ سے کہا کہ دماغ صرف قوۃ فکریہ سے کمزور ہوتا ہے کیونکہ حفظ دماغ کی اصل ریاضت نہیں وہ صرف

[1] التبلیغ ص ۱۱۵ جلد ۱۔ [2] التبلیغ ص ۳۱۴ ج ۱۰۔

زبان کی ریاضت ہے اور دماغ کی ریاضت غور وفکر ہے تو حفظ سے دماغ نہ تھکے گا اگر تھک سکتی ہے تو زبان اور زبان تھکتی نہیں۔

دوسری بات انہوں نے یہ بھی کہی کہ قرآن اس وقت یاد ہو جاتا ہے کہ بچہ اس وقت تک کچھ نہیں کرسکتا یعنی اس کے دماغ میں کسی کام کے کرنے اور غور وفکر کی قابلیت ہی نہیں ہوتی اور اگر زبردستی اس وقت کسی دوسرے کام میں لگادیئے جاتے ہیں تو مضرتیں اٹھاتے ہیں۔

اور اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ دماغ کمزور ہو جائے گا تو میں کہتا ہوں کہ خدا کا دیا ہوا دماغ ساری عمر اپنے لئے اس کو صرف کیا جائے اور خدا تعالی کے لئے دو چار سال بھی نہ دیئے جائیں۔[1]

سب سے پہلے بچوں کو قرآن پاک پڑھانا چاہئے

سب سے اول مسلمان کے بچہ کو قرآن پڑھانا چاہئے، کیونکہ تجربہ ہے کہ تھوڑی عمر میں علوم حاصل کرنے کی استعداد تو ہوتی نہیں تو قرآن مفت میں برابر پڑھ لیا جاتا ہے، ورنہ وہ وقت بےکار ہی جاتا ہے اور بعض لوگ بڑی عمر کے بھروسہ کہ بڑا ہو کر یہ خود پڑھ لے گا نہیں پڑھاتے تو مشاہدہ ہے کہ زیادہ عمر ہو جانے کے بعد نہ خیال میں وہ اجتماع (یکسوئی) رہتا ہے نہ اس قدر وقت ملتا ہے نہ وہ سامان بہم پہونچتے ہیں فکر الگ ستاتی ہے اہل وعیال کا جھگڑا الگ چلتا ہے۔ خیالات میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اتنے موانع کے بعد کچھ بھی نہیں ہوسکتا ہے۔[2]

ہندی انگریزی تعلیم سے پہلے دینی تعلیم ضروری ہے

اول ضروریات کی تعلیم ہونی چاہئے، خواہ اردو میں ہو یا عربی میں مگر انگریزی سے قبل ہو کیونکہ پائدار اثر نقش اول کا ہوتا ہے یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ آنکھ کھولتے ہی

---

[1] دعوات عبدیت ص۹۹،ج۶۔ [2] دعوات عبدیت ص۹۷ج۶۔

انگریزی میں ان کو لگا دیا جائے تو اول تو قرآن شریف پڑھاؤ اگر پورا نہ ہو تو دس پارے ہی سہی اور اس کے ساتھ ہی روزانہ تلاوت کا بھی اہتمام رکھو اور اس کے بعد کچھ رسالے دینی مسائل کے اگر چہ اردو ہی میں ہوان کو کسی عالم سے پڑھواؤ لیکن اس کے ساتھ ہی اگر دین کے خلاف کوئی بات پیدا ہو تو فوراً متنبہ کرو اگر باز نہ آئے تو انگریزی چھڑا دو۔[1]

جب آپ کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اس کا کلام بھی محبوب ہونا چاہئے

بے شک آپ کو خدا تعالیٰ سے محبت ہے اس لئے کہ آپ مؤمن ہیں اور مؤمن کی شان یہ ہے کہ (وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ) کہ جو لوگ ایمان والے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت ہے، پس آپ کو اللہ تعالیٰ سے ضرور محبت ہے اور ایسی محبت ہے کہ کسی سے بھی اتنی محبت نہیں۔

بعض لوگوں کو شاید اس میں یہ خلجان ہو کہ ہم کو تو بظاہر اپنی اولاد اور بیوی کے ساتھ زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے مگر یہ خیال صحیح نہیں، اولاد اور بیوی کے ساتھ طبعی محبت ہے عقلی محبت نہیں اور طبعی محبت تو جانوروں کو بھی اپنی اولاد وغیرہ سے ہوتی ہے یہ کچھ کمال نہیں، اور نہ خدا اور سول کے ساتھ ایسی محبت کو واجب قرار دیا گیا ہے، بلکہ محبت عقلیہ مامور بہ (واجب) ہے، جس کا منشاء (وسبب) محبوب کا کمال ہوتا ہے، سو یہ محبت اللہ ورسول کے ساتھ زیادہ ہے اور کسی کے ساتھ ان کے برابر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے برابر صاحب کمال کوئی نہیں اور خدا تعالیٰ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کوئی صاحبِ کمال نہیں اس لئے آپ کے ساتھ بھی یقیناً سب کے بہ نسبت زیادہ محبت ہے مگر عقلی ہے۔

اور غور کر کے دیکھا جائے تو طبعی محبت بھی مسلمانوں کو اللہ ورسول سے زیادہ ہے اور

---

[1] دعوات عبدیت ص ۱۳۹ ج ۶۔

کسی کی اتنی محبت نہیں مگر اس کا ظہور کسی محرک کے وقت پر ہوتا ہے، موازنہ کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ واقعی اللہ و رسول کے برابر مسلمان کو کسی سے بھی محبت نہیں اور موازنہ ہوتا ہے کسی محرک کے پائے جانے پر مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص تمہارے ماں باپ کو گالی دے اور ایک شخص اللہ اور رسول کی شان میں معاذ اللہ گستاخی کرے تو بتلاؤ کہ تم کو کس پر زیادہ غصہ آئے گا؟ یقیناً جس نے اللہ و رسول کی شان میں گستاخی کی ہے اس پر زیادہ غصہ آئے گا اور تم آپے سے باہر ہو کر اس کی زبان نکالنے پر آمادہ ہو جاؤ گے، جب ہر مسلمان کی یہ حالت ہے کہ وہ اپنی ذلت اور ماں باپ کی ذلت کو گوارا کر سکتا ہے مگر اللہ و رسول کی شان میں ذرا سی گستاخی کا تحمل نہیں کر سکتا تو اب مطمئن رہو الحمدللہ تم کو طبعی محبت بھی اللہ و رسول ہی سے زیادہ ہے، مگر اس کا ظہور کسی محرک کے پائے جانے پر ہوتا ہے اور جب آپ کو اللہ و رسول سے محبت زیادہ ہے تو اب اس کے کیا معنی کہ بغیر سمجھے قرآن پڑھنے سے کیا فائدہ۔

صاحبو! اگر کوئی محبوب ایک مہمل زبان تصنیف کر کے عاشق سے اس میں باتیں کرے تو عاشق اگر سچا عاشق ہے تو یقیناً اس کی قدر کرے گا اور وہ مہمل زبان ہی اس کی نظر میں فصیح زبان سے زیادہ پیاری ہوگی کیونکہ محبوب کی زبان ہے اور قرآن تو مہمل بھی نہیں بلکہ نہایت فصیح و بلیغ عجیب و غریب شیریں زبان ہے۔

جو لوگ سمجھتے ہیں وہ تو اس کی فصاحت و بلاغت اور شیرینی کو سمجھتے ہیں مگر جو نہیں سمجھتے ان کو بھی اس میں بہت مزہ آتا ہے، تجربہ کر کے دیکھ لو، اور جو تلاوت قرآن کے عادی ہیں وہ اس کا خوب تجربہ کئے ہوئے ہیں، اور اگر کسی وقت کوئی خوش الحان قاری مل جائے تو ذرا اس سے قرآن سن کر دیکھ لو کہ معنی سمجھے بغیر تم کو مزہ آتا ہے یا نہیں، واللہ بعض دفعہ نہ سمجھنے والوں کو بھی ایسا مزہ آتا ہے کہ دل پھٹ جاتا ہے۔[1]

---

[1] الفاظ القرآن ص۴۷ ج۱۸۔

تلاوت کرنے میں حق تعالی سے ہمکلامی کا شرف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن پڑھنا گویا اللہ سے باتیں کرنا ہے، پھر حیرت ہے کہ آپ عاشق ہو کر اپنے محبوب سے باتیں کرنا نہیں چاہتے، حالانکہ محبت وہ چیز ہے کہ عاشق طرح طرح سے اس کے بہانے ڈھونڈا کرتا ہے کہ محبوب سے باتیں کرنے کا موقع ملے۔

حضرت موسی علیہ السلام سے سوال ہوا تھا (وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسىٰ) اے موسی تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس کے جواب میں صرف اتنا کافی تھا کہ عصا کہہ دیتے مگر نہیں چونکہ ان کو محبت تھی تو اس وقت کو غنیمت سمجھا کہ محبوب سے باتیں کرنے کا موقع ملا ہے انہوں نے تفصیل کے ساتھ جواب دیا، (هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ) کہ یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر سہارا لگا لیتا ہوں اور اس سے بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں، کتنی تطویل کی ہے کہ شروع میں هِيَ بڑھایا اور یاء متکلم کا اضافہ کیا، آخر میں پھر اس لاٹھی کا منافع دو جملوں میں بیان کئے اور اس کے بعد فرمایا (وَلِيَ فِيْهَا مَآرِبُ أُخْرٰى) اس میں میرے اور بھی مقاصد ہیں، یہ اس واسطے بڑھایا تاکہ آئندہ بھی کلام کی گنجائش رہے کہ حضرت حق دریافت فرمائیں کہ ہاں صاحب وہ اور مقاصد کیا ہیں؟ ذرا وہ بھی بیان کیجئے تو پھر اور باتیں کروں گا، یا خود ہی عرض کریں کہ حضور اس وقت اس کی شرح نہ ہوئی تھی میں اب عرض کرنا چاہتا ہوں غرض آئندہ باتیں کرنے کی گنجائش رکھ لی۔

غرض عشاق کو محبوب سے باتیں کرنے میں عجیب مزہ آتا ہے اور یہ دولت مسلمانوں کو گھر بیٹھے ہر وقت نصیب ہے، کہ وہ جب چاہیں اللہ تعالی سے باتیں کر لیں یعنی قرآن کی تلاوت کرنے لگیں۔

پھر حیرت ہے کہ قرآن کے بغیر سمجھے پڑھنے کو بے فائدہ بتایا جائے، کیا یہ فائدہ کچھ

کم ہے؟ صاحبو! یہ بڑی دولت ہے مگراس کی قدر محبت والے جانتے ہیں بس محبت ہی کی ضرورت ہے،عشاق کی تو یہ حالت کہ محبوب کا نام سننے میں بھی ان کومزہ آتا ہے پھرغضب ہے کہ مسلمانوں کو خدا تعالی کا نام سننے میں مزہ نہ آئے اورقرآن سے زیادہ خدا کا نام کس کتاب میں ہوگا، ہر آیت میں قریب قریب خدا کا نام آتا ہے اور جابجا خدا تعالی کی حمد وثنا اس طرح کی گئی ہے کہ اس سے زیادہ کوئی کرنہیں سکتا، اور گوذکراللہ کے اورطریقے بھی ہیں مگرنماز اور تلاوت قرآن سے زیادہ کوئی طریقہ بہترنہیں [1]

علماء وطلبہ اور دینداروں سے شکایت

مجھے دیندار طبقہ سے بھی شکایت ہے کہ یہ طبقہ بھی تلاوت قرآن کا پوری طرح اہتمام نہیں کرتا، بعض لوگ یہ عذر کرتے ہیں کہ ہم کوفرصت نہیں ملتی،طلبہ اور مدرسین کوزیادہ تر یہی عذر ہے،مگر یہ عذر محض لغو ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ دوستوں سے باتیں کرنے میں بہت وقت ضائع کردیتے ہیں اس وقت ان کوکہاں سے فرصت مل جاتی ہے؟ پھر افسوس کہ تلاوتِ قرآن کے لئے تھوڑا سا وقت نہیں دیا جاتا ہے دوستوں کے راضی کرنے کا تو اتنا اہتمام اور خدا کو راضی کرنے کا بالکل اہتمام نہیں بتلایئے اگر خدا تعالی آخرت میں یہ سوال فرمائیں کہ تم نے فلاں دن فلاں دوست سے ایک گھنٹہ تک باتیں بنائیں مجھ سے آدھ گھنٹہ بھی باتیں نہ کیں تو اس کا جواب کیا دو گے؟ پس سچا جواب تو یہ ہوگا کہ یوں کہہ دو کہ معاذ اللہ ہم کوخدا سے محبت نہیں اگر یہ کہہ دو تو پھر ہم آپ سے خطاب ہی نہ کریں گے، لیکن آپ یہ کبھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ آپ کو خدا تعالی سے محبت ہے اس لئے کہ آپ مؤمن ہیں اور ہر مؤمن کو اللہ تعالی سے محبت ہوتی ہے، جس پر قرآن شاہد ہے [2]

[1] الفاظ القرآن ملحقہ التبلیغ ص ۷۶، ۱۸۔ [2] الفاظ القرآن ص ۷۱، ج ۱۸ ملحقہ التبلیغ۔

عوام وخواص کی قرآن کی طرف سے بے توجہی

افسوس ہمارے زمانے میں اکثر عوام بلکہ خواص بھی قرآن مجید کی طرف سے بالکل بے توجہ ہوگئے ہیں، بعض لوگ تو اس کے پڑھنے پڑھانے کو نعوذ باللہ بے کار سمجھتے ہیں جو مر مار کر پڑھ بھی لیتے ہیں وہ اس کے یاد رکھنے کی فکر نہیں کرتے اور جو ہمیشہ پڑھتے رہتے ہیں ان کو اس کی تصحیح (وتجوید) کا خیال نہیں رہتا، اور جو تصحیح بھی کر لیتے ہیں ان کو فہم معانی کی طرف توجہ نہیں اور جو ترجمہ یا کوئی تفسیر بھی پڑھ لیتے ہیں وہ بھی تدبر وتفکر سے کچھ تعلق نہیں رکھتے، اور جو اس مرحلہ کو بھی طے کر لیا تو عمل کا خیال نہیں اور یہ شکایت تو عام ہے کہ اکثر اہل علم قرأت سبعہ متواترہ سے ناواقف ہیں، گویا بجز ایک قرأۃ کے دوسری قرأتیں شارع علیہ السلام سے منقول وثابت ہی نہیں بہرحال خوب مل جل کر قرآن کو متروک کر دیا، ڈرنا چاہئے کہ کہیں قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں نہ فرمائیں یٰـــرَبِّ إِنَّ قَـوْمِـی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْراً (اَلْفُرْقَانُ) .

اے میرے پروردگا بے شک میری قوم نے قرآن مجید کو ایک چھوڑی ہوئی چیز بنالیا تھا[1]

[1] فروغ الایمان ص ۳۸۳۔

باب
شبہات کے جوابات

اس شبہ کا جواب کہ بے سمجھے قرآن پڑھنے پڑھانے سے کیا فائدہ؟

میں اس وقت دوسری جماعت کے ایک شبہ کا جواب دینا چاہتا ہوں، وہ شبہ یہ ہے کہ جو دلوں میں تو بہت لوگوں کے پہلے سے ہے مگر اب بعض کی زبان پر بھی آنے لگا ہے کہ اس حالت میں قرآن پڑھنے سے کیا نفع جب کہ ہم اس کو سمجھتے ہی نہیں اور بعض لوگ اس عنوان سے اس کو بیان کرتے ہیں کہ بچوں کو طوطے کی طرح قرآن کے رٹانے سے کیا فائدہ جب وہ سمجھتے ہی نہیں، اصل بات یہ ہے کہ قرآن کے پڑھنے سے جو فائدہ ہے اس سے یہ لوگ واقف نہیں، اگر فائدہ سے واقف ہوجاتے تو اس کے لئے کوشش کرتے، جیسا کہ تجارت کرنے والے آج کل کاندھلہ جاکر آم لاتے ہیں اور اس میں بڑی بڑی مشقتیں برداشت کرتے ہیں کیونکہ اس کے نفع سے واقف ہیں کہ ایک روپیہ کے دو ہوجائیں گے، دنیا کے کاموں میں تو لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جب کسی تجربہ کار سے یہ معلوم کرلیا کہ فلاں چیز کی تجارت میں بہت نفع ہے تو اس کے قول پر اعتماد کرکے وہ تجارت شروع کردیتے ہیں اور اگر ایک دوبار نقصان بھی ہوجائے تو ہمت نہیں ہارتے بلکہ پھر وہی کام کرتے ہیں چنانچہ آم والوں کو بعض دفعہ خسارہ بھی ہوتا ہے مگر خسارہ والا پھر وہی کام کرتا ہے اور اگر خسارہ بھی نہ ہو بلکہ برابر معاملہ رہتا ہو کہ نہ نفع ہے نہ نقصان جب تو اس تجارت کو چھوڑ ہی نہیں سکتے اور یوں کہتے ہیں کہ تجارت میں یہ بھی ایک قسم کی کامیابی ہے کہ نقصان نہ ہو، دوسرے اب نفع نہیں

ہوا تو آئندہ تو امید ہے بلکہ خسارہ بھی ہو تب بھی اس امیدِ نفع کو نفع سمجھا جاتا ہے، مگر افسوس دین میں معلوم نہیں یہ اصول کہاں گئے؟ صاحبو! کیا یہ حیرت نہیں کہ دنیا کے کاروبار میں تو نقصان نہ ہونے کو بھی کامیابی سمجھا جاتا ہے اور دین کے کام میں نفع کی تاخیر کو بھی کامیابی نہیں سمجھا جاتا؟ زراعت، تجارت، ملازمت سب میں کبھی نفع ہوتا ہے، کبھی نہیں اور بعض دفعہ نقصان بھی ہوتا ہے مگر ان کو کیوں کر چھوڑ دیں، وہاں تو تجربہ کاروں کا قول ہے کہ ان کاموں میں فائدہ ہے گو ہمیشہ نہیں اکثر ہی ہو، اور عاجل (جلدی) نہ ہو، مؤخر ہی ہو مگر افسوس کیا خدا اور رسول (کا قول ان تجربہ کاروں کے قول سے بھی کم ہو گیا جو صاف صاف قرآن کے منافع بیان کر چکے ہیں، پھر وہ بھی ہر حالت میں خواہ سمجھ کر پڑھو یا بغیر سمجھے پڑھو[1]

بے سمجھے تلاوت کرنے کا بھی یقینی فائدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کلام اللہ میں سے ایک حرف پڑھا اس کو ایک نیکی ملتی ہے اور ہر نیکی دس نیکی کے برابر ہوتی ہے تو اس حساب سے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں اور میں یوں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ اس میں الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

(ترمذی، دارمی)

یعنی یہ ایک مثال ہے اسی طرح جب پڑھنے والے نے الحمد کہا تو اس میں پانچ حرف ہیں تو اس پر پچاس نیکیاں ملیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کے ہر لفظ پر دس نیکیاں ملتی ہیں جس نے ایک بار زبان سے الحمد کہا اس کے نامہ اعمال میں اس وقت پچاس نیکیاں لکھی گئیں، (جیسا کہ ابھی حدیث میں گذرا) شاید عقل پرستوں کو یہ جواب پھیکا معلوم ہوا ہو،

[1] الفاظ القرآن للتبلیغ ص۲۴ ج۱۸ ص۲۵۔ [2] حیوۃ المسلمین ص۳۵۔

مگر صاحبو! حقیقت میں یہ بڑا قیمتی نفع ہے جس کی قدر مرنے کے بعد معلوم ہوگی جب کی نیکیوں کی پوچھ ہوگی اوراس کے سوا تمام چیزیں ردی ثابت ہوں گی، اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کے پاس مکہ کے ہلالے اور (ریال) بہت سے جمع ہوں اور ہندوستان والے اس کا مذاق اڑائیں کہ اس سکہ کو جمع کرنے سے تجھے کیا نفع؟ وہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ ہاں ابھی تو کچھ نفع نہیں معلوم ہوتا لیکن ایک خاص دن میں معلوم ہو جائے گا، پھر یہ شخص اور اس کا مذاق اڑانے والے دونوں حج کو جائیں تو وہاں پہنچ کر معاملہ برعکس ہوگا کہ اب وہ شخص جس کے پاس ہلالے اور ریال جمع تھے ان لوگوں کا مذاق اڑائے گا جن کے پاس ہندوستان کے تانبہ کے پیسے بہت ہیں مگر مکہ کا سکہ نہیں تھا اور اب یہ لوگ اس کے سامنے شرمندہ ہوں گے، صاحبو! اسی طرح ایک اور عالم آنے والا ہے جس کے بازار میں آپ کے ان سکوں کی کچھ قدر نہیں جو آپ آج کل جمع کر رہے ہیں، نہ وہاں روپیہ کی قدر ہے نہ اشرفی کی، نہ انٹر کی، نہ بی اے، کی، نہ ایل ایل بی کی، نہ سی ایس آئی کی، وہاں کا سکہ یہی نیکیاں ہیں جن کی آپ اس وقت ناقدری کررہے ہیں، پس قرآن کے الفاظ کا دوسرا نفع یہ ہے کہ یہ آخرت کا سکہ ہے جس کی ایک ایک سورۃ سے آخرت کے بے شمار خزانے جمع ہو جاتے ہیں، جب آپ وہاں جا کر دیکھیں گے ایک سورۃ فاتحہ اور قل ہواللہ سے اتنا بے شمار ثواب مل گیا تو (اس وقت) آپ کو وہاں قدر ہوگی مگر ابھی اس واسطے قدر نہیں کہ یہ بازار اس سکہ کا نہیں ہے، یہاں یہ سکہ رائج نہیں، لیکن آخر آپ مسلمان ہیں، اور آخرت وقیامت کے آنے کا اعتقاد رکھتے ہیں پھر اس نفع کی ناقدری کیوں ہے؟ واللہ وہاں جا کر آپ افسوس کریں گے کہ ہائے ہم نے رات دن قرآن کی تلاوت کیوں نہ کی جو آج مالا مال ہو جاتے، اور اس وقت اپنے ان عذروں اور بہانوں پر افسوس ہوگا جو آج کل قرآن پڑھنے پڑھانے میں کئے جاتے ہیں۔ (الفاظ القرآن ص۷۰)

قرآن پڑھنے کی اہمیت اور اس کے الفاظ مقصود ہونے کی شرعی دلیل

ایک جماعت عوام کی ہے کہ ان کا عقیدہ یہ تو نہیں کہ معانی کے بغیر قرآن پڑھنے سے کیا فائدہ مگر قرآن پاک پڑھنے میں کوشش نہیں کرتے سو یہ لوگ دوسرے رنگ میں غلطی میں مبتلا ہیں اس لئے اس وقت میں اس غلطی کو رفع کرنا چاہتا ہوں: اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم الٓرٰ تِلْکَ آیَاتُ الْکِتَاب وَقُرْآنٍ مُّبِیْن، طٰسٓ تِلْکَ آیَاتُ الْقُرْآن وَکِتَاب مبِیْن ، یہ دو آیتیں ہیں ایک سورہ حجر کی دوسری سورہ نمل کی۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اوّل الٓر فرمایا ہے یہ تو حروف مقطعات ہیں جن کے معنی ہم کو معلوم نہیں، مگر میں ان سے بھی اپنے مقصود میں کام لوں گا۔ ابھی میں آیتوں کا ترجمہ بیان کردوں اس کے بعد ان حروف سے مدعی ثابت کردوں گا تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں تِلْکَ آیات القرآن و کتاب مبین یہ آیات کتاب اور قرآن مبین کی ہیں۔ یہی ترجمہ دوسری آیت کا ہے صرف کتاب وقرآن میں تقدیم وتاخیر کا فرق ہے۔

تو اس جگہ آیات کے دو لقب بیان کئے گئے ہیں ایک قرآن دوسرے کتاب قرآن کے معنی ہیں مَا یُقرَأ یعنی پڑھنے کی چیز اور کتاب کے معنی ہیں مَا یُکْتَبُ یعنی لکھنے کی چیز اور ظاہر ہے کہ پڑھنے اور لکھنے کی چیز کیا ہے؟ الفاظ ہی تو ہیں معانی کو کون پڑھ سکتا ہے یا کون لکھ سکتا ہے۔ معانی قرأت اور کتابت میں نہیں آسکتے ان کا محل صرف ذہن ہے۔ لوگ بے تار کی خبر پر تعجب کرتے ہیں مگر خدا تعالیٰ نے اس کو پہلے سے پیدا کر رکھا ہے کیوں کہ الفاظ سے معانی کا سمجھنا یہ بے تار ہی کی تو خبر ہے کیونکہ معانی کا مرکز قلب ہے اور جہاں الفاظ کسی کی زبان سے نکلے فوراً ہی وہاں معانی سمجھے گئے۔ غرض ان آیتوں میں اشارہ کیا بلکہ

صراحت ہے کہ قرآن کے ساتھ پڑھنے کا تعلق رکھو کیونکہ لفظ قرآن کے معنی یہی ہیں اور ظاہر ہے کہ قرأت الفاظ ہی کی ہوتی ہے نہ کہ معانی کی۔

قرآن کے الفاظ ونقوش کے مقصود اور ضروری ہونے کی شرعی دلیل

دوسری صفت اس جگہ کتاب ہے جس کے معنی ''لکھنے کی چیز'' ہیں اس سے معلوم ہوا کہ الفاظ قرآن کے ساتھ قرأت کے علاوہ ضبط وکتابت کا بھی تعلق رکھنا چاہئے۔

اور کتاب کا مصداق حقیقتاً نہ الفاظ ہیں نہ معنی کیونکہ الفاظ تو زبان سے ادا ہوتے ہیں ان کا محل زبان ہے لفظ کے معنی لغت میں پھینکنے کے ہیں چونکہ الفاظ زبان سے پھینکے جاتے ہیں یعنی نکالے جاتے ہیں اس لیے ان کو الفاظ کہا جاتا ہے۔

اور معانی کا محل صرف ذہن ہے وہ تو کتاب کا مصداق کسی طرح ہے ہی نہیں بلکہ اس کا مصداق دوسری چیز ہے یعنی نقوش مگر کتاب کا مصداق مطلق نقوش نہیں بلکہ وضعی نقوش ہیں جیسا کہ الفاظ کی دلالت معانی پر وضعی ہے طبعی نہیں کیونکہ غیر اہل زبان اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ اسی طرح نقوش بھی وضعی ہیں اور ان کی دلالت بھی الفاظ پر وضعی ہے اسی لیے پڑھے ہوئے آدمی ان کو سمجھتے ہیں ان پڑھ نہیں سمجھ سکتے۔

جب یہ معلوم ہوگیا کہ کتاب کا حقیقی مصداق نقوش ہیں تو آپ تو الفاظ ہی کو غیر مقصود بتلاتے تھے اور قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن کے نقوش بھی قابل حفاظت اور مستحق تعظیم ہیں۔ یہ تو الٹی پڑی کہ گئے تھے نماز بخشوانے روزے بھی گلے پڑ گئے۔ مگر صاحبو! یہ گلے نہیں پڑے کیونکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی بادشاہ کسی شخص کو اشرفیاں جواہرات دے کر اس سے کہے کہ اس کو حفاظت سے رکھو تالا لگاؤ۔ اگر اس شخص کو روپیہ اور جواہرات کی قدر معلوم ہے تو اس حکم کی قدر کرے گا۔ اور جس کو روپیہ کی قدر نہ ہوگی وہ کہے گا کہ یہ اچھی بلا میرے سر پڑی کہ حفاظت کروں اور تالا لگاؤں۔

اسی طرح جو لوگ معانی کی قدر کرتے ہیں وہ ان الفاظ ونقوش کی بھی قدر کریں گے کیونکہ یہ ان ہی کی حفاظت کا سامان ہے اور جو قدر نہیں کرتے وہ اس کو سر پڑی بلا سمجھیں گے۔ پس معلوم ہوا کہ جو نو تعلیم یافتہ الفاظ قرآن کے پڑھنے کو بے فائدہ سمجھتے ہیں درحقیقت وہ معانی قرآن کی قدر نہیں کرتے ورنہ اس کی حفاظت کے ہر سامان کی ان کو قدر ہوتی۔ صاحبو! الفاظ قرآن کو حفاظت قرآن میں بہت بڑا دخل ہے۔[1]

قرآن کے بعض خواص صرف الفاظ سے متعلق ہیں نماز میں قرآن کا ترجمہ پڑھنے سے نماز درست نہ ہوگی

اسی خیال کے بعض لوگوں نے ایک زمانے میں یہ حرکت بھی شروع کی تھی کہ نماز کے اندر قرآن کا اردو ترجمہ پڑھنے لگے تھے اور دلیل وہی تھی کہ بے سمجھے قرآن پڑھنے سے کیا نفع ہے؟ اس کے چند جواب عقلی ونقلی میں اوپر دے چکا ہوں اور ایک جواب سر سید احمد خاں نے دیا ہے جس کو مجھ سے مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی نے نقل کیا ہے اور وہ اس خیال کی جماعت پر زیادہ حجت ہوگا کیونکہ وہ جواب ان ہی کے ہم جنس کا اور ان کے مذاق کے موافق ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ بعض خاصیتیں قرآن مجید کے الفاظ کی ہیں اور بعض خاصیتیں اس کے معانی کی، معانی کی خاصیت تو یہ ہے کہ ان کو سمجھ کر پڑھنے سے قرآن کا مطلب معلوم ہوگا۔ اور الفاظ کی خاصیت متکلم کی عظمت وشوکت وصولت کا استحضار ہے اور یہ صرف قرآن ہی کے الفاظ کے ساتھ خاص ہے۔ دوسری کسی زبان کو خواہ اس میں کیسا ہی فصیح وبلیغ ترجمہ کردیا جائے ہرگز نصیب نہیں ہوسکتی۔ اور عبادت سے مقصود معبود کی عظمت دل میں پیدا کرنا ہے اور افعالِ جوارح سے اس عظمت کا ظاہر کرنا نہ کہ قصوں اور واقعات کا

---

[1] الفاظ القرآن، ص: ۳۵-۱۳۶، التبلیغ جلد ۱۸۔

استحضار۔ پس جو لوگ اردو ترجمہ سے نماز پڑھیں گے ان کے دل میں خدا کی وہ عظمت نماز کے اندر پیدا نہیں ہوگی، جو الفاظ قرآن کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کے دل میں ہوتی ہے، کیونکہ وہ لوگ نماز میں ایسی زبان میں قرآن پڑھیں گے جو بندوں کی ایجاد ہے جو یقیناً اصلی کلام الٰہی کے برابر باعظمت و شوکت نہ ہوگی۔ نیز ان لوگوں کی نماز میں یکسوئی بھی حاصل نہ ہوگی، کیونکہ یکسوئی کے لیے عظمت کا استحضار ضروری ہے اور ترجمہ سے اس درجہ عظمت کا استحضار نہ ہوگا جو اصل قرآن کے الفاظ سے ہوتا ہے۔

غرض محبت و عشق کے لحاظ سے بھی اور نقل و عقل کے لحاظ سے بھی اور تمدن و سیاست کے لحاظ سے بھی الفاظ قرآن کا نہایت ضروری ہونا ثابت ہوگیا ہے، پس مسلمانوں کو تعلیم قرآن اور تلاوت قرآن کا پابندی کے ساتھ اہتمام کرنا چاہیے۔[1]

ہر شئے کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک معنی اور دونوں ہی مقصود ہوتے ہیں

قرآن کی دونوں چیزیں قابل اہتمام ہیں صورت (یعنی الفاظ) بھی اور معنی بھی، کیونکہ ہر چیز کی طرف صورت و معنی دونوں ہی کی وجہ سے رغبت ہوتی ہے صورت کو کوئی بیکار نہیں کہہ سکتا ہے۔ مثلاً کپڑوں میں ایک صورت ہے اور ایک معنی (و مقصد)۔ مقصود تو ہے ستر عورت اور گرمی و سردی سے بچنا، اس میں ہر قسم کا کپڑا یکساں ہے اور ایک صورت ہے یعنی کپڑے کی باریکی، نزاکت، نقش و نگار وغیرہ ظاہر ہے کہ صورت محض بیکار نہیں بلکہ اس کے لیے بڑی کوشش کی جاتی ہے۔

غرض یہ دعویٰ غلط ہے کہ معنی ہی ہمیشہ مطلوب ہوتے ہیں اور الفاظ مطلوب نہیں ہوتے اس سے بڑھ کر اور سنئے انسان کی ایک صورت ہے اور ایک معنی چنانچہ انسان کے معنی

---

[1] الفاظ القرآن ملحقہ التبلیغ ۸۵-۸۶ جلد ۱۸

روح انسانی ہے جس کی بدولت آدمی گدھا کتوں سے ممتاز ہے تو اگر یہ دعویٰ مان لیا جائے کہ صورت محض بیکار ہے تو ان مدعیوں کو چاہئے کہ اپنی اولاد کا گلا گھونٹ دیا کریں کیونکہ یہ تو محض صورت ہے اس کی کیا ضرورت ہے بلکہ مقصود تو معنی ہیں یعنی روح اور وہ گلا گھونٹنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے کیونکہ موت سے روح فنا نہیں ہوتی تو کیا کوئی عقل منداس کو گوارہ کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں معلوم ہوا کہ معنی کی طرح صورت بھی مطلوب ہے پھر قرآن ہی میں اس کے خلاف نیا قاعدہ کیوں جاری کیا جاتا ہے کہ اس کی صورت یعنی الفاظ معنی کے بغیر بیکار ہے۔

الحمدللہ میں نے مختلف وجوہ سے مسئلہ کو ثابت کردیا کہ قرآن کے الفاظ معنی سمجھے بغیر بھی مطلوب ہیں اوران کا پڑھنا ہرگز بیکار نہیں اب یہ دعویٰ بالکل باطل ہوگیا کہ معنی کے بغیر الفاظ پڑھنے سے کیا فائدہ۔

الفاظ قرآن کو حق تعالیٰ سے زیادہ قرب ہے

علاوہ ازیں تمام طاعات سے اصل مقصود حق تعالیٰ کا قرب ہے اور حق تعالیٰ کے یہاں سے اولا الفاظ آئے ہیں اور معانی ان کے تابع ہوکر آئے ہیں پس الفاظ کو اللہ تعالیٰ سے قرب زیادہ ہوا، اگر یہ الفاظِ قرآن بے معنی بھی ہوتے تو عاشق کے لیے یہی کافی تھے کیونکہ محبوب عاشق کو اگر کوئی چیز دے تو وہاں دو لذتیں ہیں ایک لذت محبوب کے ہاتھ سے ملنے کی اور دوسری لذت اس چیز کے کھانے کی۔ اور ظاہر ہے کہ عاشق کے رقص (اور مست) ہونے کے لیے یہی لذت کافی ہے کہ اس کو محبوب کے ہاتھ سے یہ چیز ملی ہے چنانچہ بعض دفعہ اس چیز کو خرچ نہیں کیا جاتا بلکہ محبوب کی یادگار سمجھ کر بطور تبرک کے رکھ لیا جاتا ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قیراط ایک صحابی کو دیا تھا انہوں نے اس کو خرچ نہیں کیا بلکہ اس کو ہمیشہ اپنے پاس ہی رکھا۔ پس عشاق کے لیے الفاظ قرآن ہی رقص کے لیے کافی تھے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولاً بالذات ہم کو ملے ہیں گو ان میں معانی

بھی نہ ہوتے۔مگر معانی کے ساتھ دو لذتیں جمع ہو گئیں تو اب کیوں کر ہو سکتا ہے کہ لذت معانی سے لذت الفاظ کو چھوڑ دیا جائے بلکہ دونوں لذتیں قابل لحاظ ہیں اور الفاظ کی لذت اس جہت سے زیادہ قابل لحاظ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولاً آئے ہیں گو باعتبار قصد کے معانی اصل ہیں اور الفاظ ان کے تابع۔غرض بعض جہات سے الفاظ کو حق تعالیٰ سے زیادہ قرب ہے اور بعض جہات سے معانی کو زیادہ قرب ہے اور کوئی ایک دوسرے سے مستغنی (بے نیاز) نہیں۔یہ میں نے اس لیے کہہ دیا کہ کہیں حفاظ خوش نہ ہوں کہ ہم سب سے افضل ہو گئے کیونکہ الفاظ کو اللہ تعالیٰ سے قرب زیادہ ہے تو وہ ایک طرفہ فیصلہ کر کے خوش نہ ہوں۔

میں ایک طرفہ فیصلہ کر کے ڈگری نہیں دیتا بلکہ دونوں جماعتوں کے لیے فیصلہ کرتا ہوں کہ بعض جہات سے اہل الفاظ (یعنی قرّاء) افضل ہیں اور بعض جہات سے اہل معانی (یعنی علماء) اور قرآن کی دونوں چیزیں قابل اہتمام ہیں،صورت بھی اور معنی بھی۔[1]

الفاظ قرآن پڑھنے کا ایک بہت بڑا نفع

صاحبو! اس سے بڑھ کر الفاظ قرآن کا نفع اور کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والے کی قراءت کی طرف بہت توجہ فرماتے ہیں اور نہایت توجہ سے سنتے ہیں۔

اب غور کر لیجئے کہ اگر کسی عاشق کو کسی خبر دینے والے سے یہ معلوم ہو جائے کہ محبوبہ تیرا گانا سن رہی ہے تو بتلایئے وہ کیسے مزے لے لے کر گائے گا اور کس طرح بنا سنوار کر پڑھے گا۔پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اور اصدق (زیادہ سچا) کون خبر دینے والا ہوگا۔سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی ہے کہ حق تعالیٰ قرآن پڑھنے والے پر بہت متوجہ ہوتے اور نہایت توجہ سے اس کی قراءت سنتے ہیں۔

اس سے بھی الفاظ کا مقصود ہونا ظاہر ہے کیوں کہ قراءت اور اس کا سننا الفاظ ہی کے متعلق ہے نہ کہ معانی کے۔

---

[1] الفاظ القرآن ص:۸۰-۸۱۔

قرآن پڑھنے کا ایک ادب

اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم کو قرآن پڑھتے ہوئے اس بات کا استحضار (دھیان) کرنا چاہئے کہ حق تعالیٰ ہماری قراءت کو سن رہے ہیں، اس مراقبہ کا اثر یہ ہوگا کہ نہایت احتیاط واہتمام کے ساتھ صحت کا لحاظ کر کے قراءت کی جائے گی اور بے پروائی کے ساتھ نہ پڑھا جائے گا۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک الفاظ قرآن کی اہمیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو الفاظ قرآن کا اس قدر اہتمام تھا کہ جب وحی نازل ہوتی تو آپ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ پڑھتے جاتے تھے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حافظہ بہت قوی تھا لیکن اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو الفاظ قرآن کا اس درجہ اہتمام تھا کہ فرشتہ کے ساتھ قرآن کو پڑھتے جاتے تھے کیونکہ آپ کو ان محبوب الفاظ کے نکلنے کا اندیشہ تھا کہ کہیں کوئی لفظ میری یاد سے نکل نہ جائے، اس لیے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا الفاظ قرآن سے کس درجہ عشق تھا یہاں تک کہ حق تعالیٰ کے منع کرنے کی نوبت آئی ''لَاتُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِه کہ آپ ساتھ ساتھ پڑھنے کی مشقت برداشت نہ کیا کریں ہم ذمہ لیتے ہیں کہ قرآن کو آپ کے دل پر جمادیں گے، پھر اس تسلی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرشتے کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو الفاظ قرآن کا اس درجہ اہتمام تھا تو ہم کو بھی اس کا اہتمام کرنا چاہئے کیونکہ الفاظ کے بغیر معانی کی حفاظت نہیں ہوسکتی لہٰذا معانی کی نگہبانی یہی ہے کہ الفاظ کو یاد کیا جائے۔[2]

---

[1] الفاظ القرآن، التبلیغ ص:۷۸ [2] الفاظ القرآن ص:۵۴-۵۸۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا الفاظ قرآن سے عشق

حدیث سے یہ بات تصریح کے ساتھ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے الفاظ کا اس قدر عشق تھا کہ آپ خود تو تلاوت کرتے ہی تھے ایک دفعہ آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ۔ انہوں نے عرض کیا (اَقْــــرَأُ عَـلَیْکَ اُنْزِلَ)؟ او کما قال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں سناؤں حالانکہ آپ ہی پر تو قرآن اترا ہے؟ فرمایا ہاں میں دوسرے کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی سے یہ درخواست کیوں کی حالانکہ سارا قرآن آپ کو حفظ تھا اور اس کے معانی بھی آپ کے ذہن میں حاضر تھے؟ صرف اسی لیے کہ قرآن کے الفاظ سے آپ کو عشق تھا اور دوسرے کی زبان سے سننے میں یکسوئی کی وجہ سے مزہ زیادہ آتا ہے۔

اس سے معلوم ہوگیا کہ صرف الفاظ قرآن بھی معنی کا لحاظ کئے بغیر مقصود و مطلوب ہیں۔

تلاوت قرآن میں لذت کب آتی ہے

اور تلاوت قرآن میں لذت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ تلاوت کے وقت معانی پر توجہ نہ ہو صرف الفاظ ہی پر توجہ ہو کیوں کہ وہ مراقبہ جو ابھی بیان ہوا ہے کہ تلاوت کے وقت اپنے کو پڑھنے والا نہ سمجھے بلکہ حق تعالیٰ کو متکلم سمجھے اور اپنے کو مثل شجر طور (طور کے درخت کے مانند) حاکی اور ناقل سمجھے۔ یہ مراقبہ حاصل نہیں ہوسکتا چاہے تجربہ کر کے دیکھ لو۔

اسی طرح یہ مراقبہ بھی کہ اللہ تعالیٰ ہماری تلاوت کو سن رہے ہیں صرف الفاظ کی طرف توجہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے اس کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ پھر الفاظ معانی کے سمجھے بغیر بیکار کیوں ہوئے۔ (التبلیغ القرآن ملحقہ التبلیغ ص:۷۹ جلد ۱۸)

الفاظ قرآن کے مقصود ہونے کی ایک اور عجیب دلیل

دوسرے اچھا میں نے مانا کہ معانی ہی اصل مقصود ہیں مگر میں یہ کبھی نہ مانوں گا کہ معانی ہر وقت مقصود ہوتے ہیں بلکہ ایک وقت ایسا بھی ضرور ہونا چاہئے جس میں صرف الفاظ ہی مدنظر ہوں اور معانی کی طرف توجہ نہ ہو، جیسا کہ ریاضی میں پہاڑے یاد کئے جاتے ہیں اس وقت مقصود پر بالکل نظر نہیں ہوتی بلکہ صرف الفاظ ہی کو رٹا جاتا ہے۔ جیسا کہ کھانا کھانے سے مقصود قوت ہے مگر کھانے کے وقت سالن میں نمک مرچ بہت تیز یا کم نہ ہو۔ اس وقت کوئی یہ نہیں کہتا کہ مقصود تو قوت ہے صورت اور لذت پر نظر کرنا بے فائدہ ہے۔ افسوس دنیا کی چیزوں میں تو صورت اور لذت پر نظر ہو اور قرآن میں یہ امور بے فائدہ ہو جائیں حیرت ہے۔[1]

جب ہم سمجھتے نہیں تو قرآن پڑھنے سے کیا فائدہ؟ کا نظریہ رکھنے والوں سے صاف صاف باتیں

میں واللہ بقسم کہتا ہوں کہ جو لوگ یہ شبہ کرتے ہیں کہ جب ہم سمجھتے نہیں تو قرآن کے پڑھنے سے کیا فائدہ؟ یہ محض حظ نفس کے بندے ہیں ان کو عقل سے ذرا مس نہیں گو دعوے بہت کرتے ہیں اگر یہ عقل کے بندے ہوتے تو ایسی بے عقلی کی بات نہ کہتے۔ اگر واقعی یہ شبہ عقلی ہوتا کہ جب معانی نہ سمجھے تو الفاظ سے کیا فائدہ؟ تو بتلایئے اس قاعدہ عقلیہ سے کیا ثابت ہوتا ہے آیا یہ کہ الفاظ کو چھوڑ دو یا یہ کہ محض الفاظ پر اکتفا نہ کرو، بلکہ معانی بھی حاصل کرو، ظاہر ہے کہ اس سے الفاظ کے چھوڑنے پر دلالت نہیں، کیونکہ جب معانی کی ضرورت اس قاعدہ میں تسلیم کی گئی ہے اور معانی الفاظ کے تابع ہیں اور ضروری کام کا موقوف علیہ

---

[1] التبلیغ الفاظ القرآن ۹/۱۸۷۔

(یعنی جس چیز پر ضروری کام موقوف ہو وہ بھی) ضروری ہوتا ہے۔تو اس سے خود علم الفاظ کی ضرورت پر بھی دلالت ہو رہی ہے۔

اگر وہ یہ کہیں کہ ہاں ہم الفاظ کی ضرورت تسلیم کرتے ہیں مگران کو اس وقت حاصل کرنا چاہئے جب کہ معانی کی فہم بھی ساتھ ساتھ حاصل ہو سکے تو ہم کہتے ہیں کہ آپ کی یہ تاویل اس وقت چل سکتی تھی جب کہ ہم دیکھتے کہ تم اپنے بچوں کو بچپن میں قرآن نہ پڑھاتے کیونکہ اس وقت سمجھیں گے نہیں بلکہ بڑے ہو کر پڑھاتے کہ اس وقت سمجھیں گے مگر تمہاری حالت تو یہ ہے کہ تم نہ بچپن میں پڑھاتے ہو نہ جوانی میں اس لیے میں کہتا ہوں کہ اس کا منشاء محض نفس پرستی ہے۔ان لوگوں نے قضیہ کو غرض نفسی کا ایک بہانہ بنالیا ہے اور دل میں ان کے یہ ہے کہ نہ قرآن کے الفاظ کی ضرورت ہے نہ معانی کی گو زبان سے معانی کی ضرورت ظاہر کرتے ہیں مگران کا عمل بتلاتا ہے کہ وہ کسی کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے ورنہ کسی وقت تو قرآن کو معانی ہی کے ساتھ حاصل کرتے اور اپنے بچوں کو اس کی تعلیم دلاتے۔جب عمل یہ ہے کہ تواب زبان سے معانی کی اہمیت ظاہر کرنا مخلوق کو دھوکہ دینا ہے مگر خدا کو کس طرح دھوکہ دے لوگے جو عَلِیْم بِذَاتِ الصُّدُوْر (یعنی دلوں کی باتوں کو جاننے والا) ہے کہ تم خود قرآن کی تعلیم ہی کو مطلقاً بے فائدہ سمجھتے ہو خواہ محض الفاظ ہوں یا معانی کے ساتھ ہوں۔

اسی طرح میں کہتا ہوں کہ فاسق مسلمان جو اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے ان مہذب لوگوں سے اچھا ہوگا جو عقائد اسلام میں شبہات نکالتے ہیں اور عقل سے شریعت کا مقابلہ کرتے ہیں۔چونکہ یہ لوگ ظاہر میں مسلمان ہیں اس لیے زبان سے یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ قرآن پڑھنے کو مطلقاً ہمارا جی نہیں چاہتا ورنہ کفر کا فتویٰ لگ جائے گا اس لیے یہ فائدہ غرض نفس کے موافق گڑھ لیا کہ جب معانی ہی نہیں سمجھتے تو الفاظ سے کیا نفع؟ اس کا جواب بس یہی ہے کہ بہت اچھا آپ اپنے بچوں کو معانی ہی کے ساتھ قرآن پڑھائیے اور ان کو ابتدا

ہی سے عربی کی تعلیم صرف ونحو کی دیجئے۔مگراس سے اور بھی خون خشک ہوجائے گا کیونکہ وہ تو الفاظ کو ٹال کر معانی سے بھی سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ یہ کیسی الٹی پڑی کہ صرف ونحو (عربی کی تعلیم) بھی گلے پڑ گئی۔مگر جو شخص الفاظ کو معانی کے بغیر بے فائدہ کہے اور صرف معانی ہی کی ضرورت کا قائل ہو اس کو یقیناً ضروری کی تحصیل پر مجبور کیا جائے گا۔[1]

حق تعالیٰ سے محبت کا تقاضا ہے کہ اس کے کلام کی حفاظت کی جائے

اگر خدا تعالیٰ سے تعلق ہوتا تو یہ باتیں نہ ہوتیں۔کسی مردار حسین سے محبت ہوجاتی ہے تو یہ حالت ہوتی ہے کہ اپنا جان ومال سب اس پر قربان کردیتے ہیں اوراس کی کسی بات سے ناگواری نہیں ہوتی۔

صاحبو! محبت کا سبب کمال وجمال ونوال (یعنی عطاو بخشش) ہے اور یہ سب باتیں حق تعالیٰ شانہ کے اندر کامل طور پر موجود ہیں ان سے بھی اگر محبت نہ ہو تو پھر کس سے ہوگی، خبر بھی ہے خدا تعالیٰ کون ہیں؟ تمام حسن وجمال کے مبدأومنتہا ہیں جب خدا تعالیٰ ایسے محبوب ہیں تو ہم کو ان کی مرضی کی رعایت کرنا چاہئے اور خدا کی مرضی یہ ہے کہ قرآن محفوظ رہے،تو آپ کو اس کی طرف جھکنا چاہئے اوراس کے الفاظ کا پورا اہتمام کرنا چاہئے۔کیونکہ الفاظ ومعانی دونوں ہی قابل اہتمام ہیں مگر الفاظ میں اتنی بات زیادہ ہے کہ معانی کی حفاظت الفاظ کی حفاظت پر موقوف ہے کیونکہ معانی کا ضبط (محفوظ رکھنا) الفاظ کے بغیر نہیں ہوسکتا۔دیکھئے سب سے پہلے قرآن کے معانی کا نزول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ہوا ہے مگر وہاں بھی الفاظ کے واسطہ سے ہوا ہے۔[2]

---

[1] الفاظ القرآن ملحقہ التبلیغ ۲۶/۱۸-۲۷۔ [2] الفاظ القرآن ص:۵۳۔

خلاصۂ کلام

بحمداللہ اس وقت میں نے دلائل سے بھی اور مثال سے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ قرآن کی صورت (الفاظ) ومعنی دونوں کی ضرورت ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بغیر سمجھے قرآن پڑھنے سے کیا نفع وہ سخت بات زبان سے نکالتے ہیں جس سے ایمان سلب ہونے کا اندیشہ ہے۔

خلاصہ بیان یہ ہے کہ نہ محض الفاظ کو مقصود سمجھو اور معانی کو بے کار، اور نہ محض معانی کو مقصود سمجھو اور الفاظ کو بیکار، بلکہ قرآن کے الفاظ و معانی دونوں مقصود ہیں۔اسی لیے اصولیین نے کہا ہے (القرآن اسم للفظ والمعنی جمیعاً) یعنی قرآن لفظ اور معنی دونوں کا نام ہے۔

اور امام صاحب سے جو فارسی لغت میں قراءت کا جواز مذکور ہے اس کا یہ مبنی نہیں کہ وہ قرآن کا مصداق صرف معانی کو سمجھتے ہیں بلکہ اس کا مبنی دوسرا ہے جس کو اصولیین نے مفصل بیان کیا ہے پھر امام صاحب کا یہ قول مرجوع عنہ بھی ہے (جس سے امام صاحب نے بعد میں رجوع کر لیا ہے) تو ایسے قول سے استدلال لغو ہے۔غرض دینِ صحیح وہی ہے جو صورت و معنی دونوں کا جامع ہے سو قرآن کی بھی یہی شان ہے۔[1]

ایسے لوگ تباہ و برباد ہو جائیں گے

صاحبو! میں نہایت آزادی سے صاف صاف کہوں گا کہ جو لوگ معانی سمجھے بغیر الفاظ قرآن کے پڑھنے کو بیکار کہتے ہیں واللہ وہ حق تعالیٰ شانہ کا مقابلہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو قرآن کے حافظ پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ تا کہ یہ محفوظ رہے اور یہ لوگ دنیا سے حفظ

[1] الفاظ القرآن ص:۱۳۱۔

قرآن کومٹانا چاہتے ہیں کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ حفظِ قرآن بچپن ہی میں اچھا ہوتا ہے بڑے ہوکر ویسا حفظ نہیں ہوتا جیسا بچپن میں ہوتا ہے اور بچپن میں بچہ قرآن کے معانی سمجھنے کے قابل نہیں ہوتا تو اب اگر ان لوگوں کے مشورہ پر بچوں کو قرآن نہ پڑھایا جائے تو اسکا انجام یہی ہے کہ حفظ کا دروازہ بند ہوجائے۔ مگر یہ خدا کے نور کو مٹانا چاہتے ہیں۔ بخدا وہ خود ہی مٹ جائیں گے۔ اور خدا کا نور مٹانے سے ہرگز نہ مٹے گا یہ لوگ اپنے ایمان کی خیر منائیں، یہ ہیں کس ہوا میں، خدا کی قسم ان لوگوں کا نام ونشان تک نہ رہے گا۔ یہ بالکل تباہ وبرباد ہوجائیں گے۔

صاحبو! اہل اللہ کے انوار کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتے تو خود اللہ تعالیٰ کا نور کیوں کر مٹ سکتا ہے۔[1]

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِؤُا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ. (پارہ:۱۰،سورہ توبہ)

وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منھ سے بجھادیں (یعنی منھ سے ردو اعتراض کی باتیں اس غرض سے کرتے ہیں کہ دین حق کو فروغ نہ ہو) حالانکہ اللہ تعالیٰ بدون اس کے کہ اپنے نور کو کمال تک پہنچادے مانے گا نہیں گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں۔[2]

---

[1] الفاظ القرآن ملحقہ التبلیغ ۱۸/۴۴۔ [2] بیان القرآن۔

باب ۸

حفاظتِ قرآن

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے

اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ ۔(سورہ حجر پ:۱۴،رکوع:۱)

''ترجمہ: ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں''۔اس لیے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کرسکتا جیسا کہ اور کتابوں میں ہوتا رہا ہے کہ باوجود کسی مخالف کے نہ ہونے کے اس کے نسخوں میں اختلاف کمی بیشی کا ہوجاتا ہے اور اس میں باوجود مخالفین کی کوششوں کے یہ بات نہیں ہوئی۔[1]

قرآن مجید میں پیشین گوئی ہے اِنَّا نَحنُ الخ جس میں حفاظت قرآن کا وعدہ ہے اور اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ کے معنی یہ ہیں کہ ہم ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا کرتے رہیں گے جو اس کی حفاظت میں کوشش کریں گے۔اور ہم حفاظت کے طریقے ان کے قلوب میں ڈال دیں گے کہ وہ اس کو یاد بھی کریں گے۔لکھیں گے بھی پڑھیں گے بھی، گویا اس طرح ہم ہی قرآن کے محافظ ہیں۔[2]

یہ خدا کی حفاظت ہے کہ قرآن کے اس قدر حفاظ ہر زمانے میں ہوتے رہے ہیں کہ ان کا شمار کرنا دشوار ہے۔[3]

---

[1] بیان القرآن۔ [2] الانسداد للفساد ملحقہ آداب انسانیت ص:۳۸۶۔
[3] الفاظ القرآن، التبلیغ ۱۸/۴۴

اس شبہ کا جواب کہ جب خدا قرآن کا محافظ ہے تو ہم کو اس کی حفاظت کی کیا ضرورت؟

بعض لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ جب خدا قرآن کا حافظ ونگہبان ہے تو ہمے اس کے اہتمام کی کیا ضرورت ہے۔

اے صاحبو! یہ بات ایسے دل سے نکلی ہے جس میں خدا سے ذرا بھی تعلق ولگاؤ نہیں کیا اگر جارج پنجم (بادشاہ) آپ کو کوئی تحفہ دیں آپ اس کی بے قدری کر سکتے ہیں؟ اور خصوصاً ان کی نگاہ کے سامنے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس کو سر اور آنکھوں پر رکھا جائے گا۔ اور اس کی جان سے زیادہ حفاظت کی جائے گی اور اگر وہ کوئی تحفہ کھانے کے واسطے آپ کو دیں اور ان کے سامنے آپ اسے کھائیں تو کیا زمین پر آپ اس کا کوئی ریزہ گرنے دیں گے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس طرح شوق سے کھائیں گے کہ گویا کبھی یہ نعمت آپ کو ملی ہی نہ تھی، اور اگر ذرا سا بھی زمین پر گرے گا تو فوراً اٹھا کر سر پر رکھیں گے۔

یہیں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی حقیقت سمجھ لو'' کہ اگر کھانا کھاتے ہوئے لقمہ زمین پر گر جائے تو اس کو اٹھا کر صاف کر کے کھالو کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں کہ ان کی نعمت کی ان کے سامنے بے قدری کرنا بڑی بے حیائی ہے تو صاحبو! خدا تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں میں یہ قرآن دے دیا ہے تو کیا حق تعالیٰ کے عطیہ کی ہم کو قدر نہ کرنی چاہئے کیا ہم کو اس کی حفاظت خود بھی نہ کرنی چاہئے۔

صاحبو! جب قرآن خدا تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں میں دے دیا ہے تو اب یہ آپ کا ہو گیا تو کیا اپنی ایسی قیمتی چیز کی جو سلطان السلاطین احکم الحاکمین رب العالمین کے دربار سے ملی ہے آپ کو حفاظت نہ کرنا چاہئے؟ یقیناً کرنا چاہئے، اور خصوصاً خدا کی مرضی اس کی

حفاظت میں ہے، اور وہ اس کو محفوظ چاہتے ہیں؟ تو آپ کو بھی حق تعالیٰ کی مرضی پر چلنا چاہئے اس کی حقیقت اولیاء اللہ سے پوچھو۔

واللہ ہم کو خدا تعالیٰ سے تعلق بہت کم ہے لوگوں نے صرف وظیفوں اور مقدموں کے لیے خدا تعالیٰ سے تعلق کر رکھا ہے بلکہ یوں کہئے کہ صرف روٹی کے واسطے خدا سے واسطہ رکھا جاتا ہے اور جب روٹی مل گئی تو اب خدا کی کیا ضرورت ہے اور قرآن کی کیا ضرورت ہے؟ اسی وقت یہ مستیاں سوجھتی ہیں کہ بغیر سمجھے قرآن پڑھنے سے کیا نفع اور جب خدا قرآن کا حافظ ہے تو ہم کو اس کی حفاظت کی کیا ضرورت ہے۔ **استغفر اللہ العظیم**[1]

قرآن کا اصل محافظ اللہ تعالیٰ ہی ہے بندوں کا محض نام ہے

اسلام کی خدمت یا قرآن کی حفاظت آپ جو کچھ کرتے ہیں یہ محض برائے نام ہے جس سے صرف آپ کا نام ہو جاتا ہے ورنہ اب بھی قرآن کے محافظ اصل حق تعالیٰ ہی ہیں تم اپنے حفظ پر کیا ناز کرتے ہو، ذرا کافیہ اور کوئی دوسری نثر کی کتاب تو حفظ کر لو، آپ کو اسی وقت اپنے حفظ کی حقیقت معلوم ہو جائے گی، یہ حق تعالیٰ ہی کی تو حفاظت ہے کہ قرآن جیسی ضخیم کتاب کا حفظ کرنا ایسا آسان کر دیا ہے کہ بچے تک حفظ کر لیتے ہیں حالانکہ قرآن میں متشابہات بھی کثرت سے ہیں اس بات پر نظر کر کے بھی کہنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارا محض نام کرنا مقصود ہے کہ وہ ہم کو قرآن کی حفاظت کرنے والوں کی فہرست میں داخل کر کے انعام دینا چاہتے ہیں ورنہ اصل حافظ و محافظ تو وہی ہیں۔ واللہ اس انعام پر جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر فرمایا ہے یوں کہنا چاہئے ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

---

[1] الفاظ القرآن ملحقہ التبلیغ ۱۸/۴۸۔

اور عارفین کی نظر تو اس سے بھی آگے پڑتی ہے عارفین تو جب قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو ان کو یہ بات مکشوف ہوتی ہے کہ ہم خودنہیں پڑھ رہے ہیں بلکہ ارگن باجہ کی طرح بول رہے ہیں۔ جس میں کسی اور کا کلام بند کیا گیا ہے اور باجہ سے وہی نکلتا ہے جو اس میں بند کیا گیا ہے مگر ظاہر بین یہ سمجھتا ہے کہ باجہ بول رہا ہے، یا اس وقت شجرۂ طور کے مثل ہوتے ہیں کہ ظاہر میں درخت یہ کہہ رہا تھا (یٰمُوْسٰی اِنِّی اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ) مگر درخت کی کیا مجال تھی کہ وہ خود اس طرح بولتا بلکہ کوئی دوسرا بول رہا تھا، اور درخت محض اس کا ناقل وحاکی تھا۔

اور تلاوت قرآن ہی کیا انسان کے تو سارے ہی افعال ایسے ہیں کہ ان میں انسان محض برائے نام فاعل ہے ورنہ اصل تو کرنے والے وہی ہیں یہ کیا ناز کرتا ہے اپنے علم و کمال پر کہ میں نے یہ کام کیا میں نے فلاں مسئلہ حل کیا واللہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص دوسرے کے کھیت پر دعویٰ کرے کہ یہ کھیتی میری ہے مگر ساتھ میں یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ زمین بھی دوسرے کی اور بیج اور بیل بھی دوسرے کا۔ اسی نے اس کو پانی دیا۔ کھاد ڈالا اور کھیت کو پرورش کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص اس مدعی کو احمق بنائے گا کہ جب ساری چیز دوسرے کی ہے تو کھیتی تیری کدھر سے ہوئی۔

صاحبو! مگر اس حماقت میں ہم سب مبتلا ہیں کیونکہ جس دماغ اور جن ہاتھ پیروں سے ہم کام کرتے ہیں ہر ایک کو اقرار ہے کہ یہ سب سامان خدا تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے۔ عقل وفہم اور قوت ارادہ اور قوت عمل بھی ان ہی کی دی ہوئی ہے۔ اب فرمایئے کہ ان سب قویٰ اور اعضاء سے جو افعال و کمالات ظاہر ہوں گے وہ ہمارے کدھر سے ہو گئے۔ حیرت ہے کہ اگر ہم بھی یہ دعویٰ کریں کہ ہم خود قرآن کی حفاظت کرتے ہیں جب ہمارا پڑھنا اور یاد کرنا ہمارے قبضہ کا نہیں تو ہم حفاظت کرنے والے کون ہیں۔ وہی محافظ ہیں جنہوں نے ہم سے یہ کام لیا اور اس کے اسباب عطا کئے اور حفاظت کا ادھر سے ہونا بہت ہی ظاہر ہے

حقیقت میں تو ہمارا پڑھنا اور تلاوت کرنا بھی ادھر ہی سے ہے، اگر توفیق نہ ہو تو کسی کی مجال نہیں ایک لفظ زبان سے نکال سکے۔ اب تو آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ قرآن پڑھنا بھی مستقلاً ہمارا کام نہیں اس کے محافظ ہم کیا ہوتے۔ تو اب یہ محض حق تعالیٰ کا انعام ہے کہ وہ ہمارا نام ہی کرنا چاہتے ہیں ورنہ دراصل سب تصرفات وہ خود کرتے ہیں۔ اگر اب بھی اس انعام کی طرف رغبت نہ ہو تو سخت محرومی کی علامت ہے۔[1]

حق تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہم سے یہ خدمت لے لی حفاظتِ قرآن مسلمانوں کے لیے فخر کی چیز ہے

جب قرآن کی ہر چیز کی حفاظت کی گئی ہے اور یہ مسلمانوں کے لیے بڑا فخر ہے کہ ان کے برابر کسی قوم اور کسی امت نے آسمانی کتاب کی حفاظت نہیں کی تو آپ کو بھی اس کی ہر چیز کی ویسی ہی حفاظت کرنا چاہئے جیسا کہ اب تک امت نے کی ہے اور یہ مت کہو کہ خدا تو اس کا خود نگہبان ہے پھر ہم کو کیا ضرورت ہے کیونکہ اس کی محافظت کی یہ بھی ایک صورت ہے کہ اس کی حفاظت کا حکم اپنے بندوں کو دے دیا۔

اور یہ اس کا احسان اور انعام ہے کہ اس نے یہ خدمت ہم سے لے لی، اگر تم یہ کام نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ کسی دوسری قوم سے یہ کام لیں گے چاہے چھوڑ کر دیکھ لو اللہ تعالیٰ کو تو ہمارے پیدا کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی یہ بھی ان کا انعام ہے کہ ہم کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا اور پیدا کرنے سے پہلے ملائکہ سے فرمایا: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِیْفَةً ، کہ میں زمین کے اندر اپنا خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں کس قدر عنایت ہے کہ ہمارے پیدا ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے ہم کو خلیفۃ اللہ کا خطاب دیا تو کیا خلافت کا یہی حق ہے جو ہم ادا کر رہے ہیں کہ زبان پر یہ بات آ رہی ہے کہ خدا قرآن کا خود نگہبان ہے ہم کو کیا ضرورت ہے۔

---

[1] الفاظ القرآن ملحقہ التبلیغ ۶۷/۱۸۔

خدا تعالیٰ کی عنایت تو دیکھئے کہ ہم کو ایسی حالت میں خلیفہ بنایا کہ دوسرے اس منصب کے طالب موجود تھے، ملائکہ نے اسی وقت جب کہ اللہ تعالیٰ نے اِنِّیُ جَاعِلٌ فِیُ الأَرُضِ خَلِیُفَة فرمایا یہ عرض کیا تھا کہ ہمارے ہوتے ہوئے انسان کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے قرآن میں ملائکہ کا یہ سوال اور اس کا جواب مفصل مذکور ہے میں صرف یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ حق تعالیٰ کو ہماری ضرورت نہ تھی بلکہ جس کام کے لیے ہم کو پیدا کیا گیا ہے اس کے انجام دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوق اپنی خدمات کو پیش کرنے والی موجود تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کا یہ ہمارے حال پر غایت کرم ہے کہ دوسری جماعت کے ہوتے ہوئے پھر بھی ہم کو منصب خلافت عطا کیا اور ہم کو اس خدمت کے لیے پیدا کیا۔ اسی طرح قرآن کی خدمت کے لیے بھی حق تعالیٰ کو ہماری کیا ضرورت ہوسکتی ہے۔[1]

مسلمان اگر قرآن کی حفاظت نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ دوسری قوم پیدا کر کے اس سے یہ کام لے گا

اگر ہم دین کی خدمت میں کوتاہی کریں گے تو وہ دوسری قوم اس خدمت کے لیے پیدا کردیں گے چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس خیال کا بھی جواب صاف صاف دیا ہے: وَاِنُ تَتَوَلَّوُا یَسُتَبُدِل قَوُماً غَیُرکُمُ ثُمَّ لایَکُوُنُوُا اَمُثَالَکُمُ ۔ اگر تم دین سے اعراض کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے بدلہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو کردے گا پھر وہ تمہاری طرح سست کاہل اور دین سے جان چرانے والے نہ ہوں گے۔[2]

صاحبو! میں آپ کو خبردار اور بیدار کرنا چاہتا ہوں کہ جلدی سنبھلو کہیں اس وعید کا اظہار نہ ہوجائے کیونکہ مجھے اس کے آثار نظر آرہے ہیں اس وقت میں ایک خوفناک منظر دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں کی تحریریں تو کفر آمیز شائع ہوتی ہیں اور اہل یورپ کی تحریریں

[1] الفاظ القرآن۔ [2] الفاظ القرآن ملحقہ التبلیغ ۱۸/۶۱-۶۲۔

اسلام کی مدح میں شائع ہورہی ہیں۔گویا بعض مسلمان کفر کی طرف بڑھ رہے ہیں اور بعض کفار اسلام کی طرف تو اس حالت کو دیکھ کر مجھ کو سخت اندیشہ ہوتا ہے کہ جب دونوں جماعتیں سرحد پر پہنچ چکی ہیں تو ایسا نہ ہو کہ وہ کفر سے نکل کر مسلمان ہوجائیں اور یہ اسلام سے نکل کر کافر ہوجائیں۔

صاحبو! دوسری قوموں کو اسلام کی مدح وثنا کی طرف مائل کر کے حق تعالیٰ ہم کو متنبہ فرمارہے ہیں کہ یہ مت سمجھنا کہ خدا کو یا اسلام کو ہماری ضرورت ہے بلکہ تم ہی کو اسلام کی ضرورت ہے۔وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ ثُمَّ لايَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ ۔اگر تم اعراض کروگے تو ہم تمہاری جگہ دوسری قوم کو کردیں گے جو اس وقت باوجود کفر کے اسلام کی مدح کررہی ہو۔اور تم ان کی جگہ ہوجاؤ گے کہ باوجود اسلام کے اسلام کی توہین کرتے ہو۔ اگر تم اعراض نہ کرو بلکہ بدستور اسلام کی خدمت انجام دیتے رہو اس صورت میں تم بھی مسلمان رہوگے اور شاید دوسری قومیں بھی مسلمان ہوجائیں۔[1]

---

[1] الفاظ القرآن، التبلیغ ۱۸/۶۳-۶۴۔

باب ۹

متفرق احکام

قرآن شریف کو پڑھنے اور یاد کرنے کا فقہی حکم

اول سے آخر تک قرآن کا پڑھنا فرض عین نہیں گو فرض کفایہ ضرور ہے اور ایک آیت کا یاد کرنا فرض عین ہے اور سورۃ فاتحہ اور ایک سورۃ کا سیکھنا گو چھوٹی ہی سی سورت ہو واجب علی العین (یعنی ہر مرد و عورت پر اس کا سیکھنا واجب) ہے۔[۱]

اگر قرآن پڑھا ہو اس کو ہمیشہ پڑھتے رہو ورنہ اس کو بھول جاؤ گے اور سخت گنہگار ہو گے۔[۲]

کتنا قرآن مجید بھول جانے پر وعید ہے

ایک صاحب نے پوچھا کہ قرآن کس درجہ کے بھولنے پر وعید ہے؟ فرمایا جس درجہ کا یاد تھا جب اس درجہ میں یاد نہ رہے تو داخل وعید ہے۔[۳]

بھولا ہوا قرآن مجید یاد کرنے کا ایک طریقہ

حال: سات سال کا عرصہ ہوا اس ناچیز نے قرآن شریف حفظ یاد کیا تھا اور دو محراب بھی سنائیں اور بدقسمتی سے فکر معاش میں پردیس چلا گیا اور نوکری کر لی اور فرصت نہ

---

۱ الفاظ القرآن، التبلیغ ۸-۱۸۔ ۲ تعلیم الدین ص: ۲۶۰۔ ۳ حسن العزیز ۳/۹۱۔

ملنے کی وجہ سے کلام الٰہی کا دور نہیں ہوا اور نہ محراب سنائی۔ قرآن کچا ہوگیا۔ گذشتہ ماہ رمضان میں نہایت کوشش و محنت کر کے پندرہ پارے صاف کئے لیکن رمضان کے بعد سے جب قرآن شریف کی طرف رجوع کرتا ہوں تو طبیعت نہیں لگتی اور دل گھبراتا ہے اور دماغ پریشان ہوجاتا ہے۔ جہاں آدھا پارہ پڑھا پھر دل ہٹ جاتا ہے اور اردو وغیرہ کی کتاب دیکھنے سے کہیں یہ بات نہیں ہوتی اور نہ دل گھبراتا ہے اس لیے حضرت کی طرف رجوع کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ ضرور حضرت میری دستگیری فرمائیں گے۔

(تحقیق) بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان سے تنہا کام نہیں ہوتا، لہٰذا آپ کسی ایسے شخص کو تجویز کرلیں جو قرآن بطور استاد کے سنا کرے اور مشورہ دے سکے کہ اتنا یاد کرو، اور اتنا سناؤ۔ اور اگر دماغ ضعیف ہو تو طبی علاج بھی کریں۔[1]

قرآن شریف میں دیکھ کر تلاوت کرنا افضل ہے یا زبانی

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ قرآن کا مصحف میں دیکھ کر پڑھنا افضل ہے یا حفظ پڑھنا افضل ہے؟ جو حضرات حفظ پڑھنے کو افضل کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس میں تدبر (غور و فکر کا موقع) زیادہ ہوتا ہے الفاظ سے بلا واسطہ معانی کی طرف التفات ہوجاتا ہے اور نقوش سے التفات بالواسطہ ہوتا ہے اور بعض علماء نے مصحف سے دیکھ کر پڑھنے کو افضل کہا ہے اس لیے کہ اس میں توجہ کے محل متعدد ہوتے ہیں۔ الفاظ تو بلا واسطہ اور نقوش و معانی بواسطہ الفاظ (یعنی الفاظ کی طرف تو بلا واسطہ توجہ ہوتی ہے اور نقوش و معانی کی طرف الفاظ کے واسطہ سے توجہ ہوتی ہے) یہ تعدد تو مدلول کے اعتبار سے اور دلالت کے اعتبار سے بھی تعدد ہے ایک نقوش کے اعتبار سے یعنی عبادت بصر (کہ آنکھ بھی عبادت مین مشغول ہے) پس اس میں دو عبادتیں جمع ہوجاتی ہیں اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے: قـــال

---

[1] تربیت السالک ۱/۴۸۲۔

النبی صلی الله علیه وسلم قراءة الرجل القرآن فی غیر المصحف الف درجة وقراء ته فی المصحف تضعف علی ذلک الی الف درجة۔رواہ البیہقی [1]

اگر تلاوت میں جی نہ لگتا ہو

سوال: کلام مجید کے پڑھنے کی بہت کچھ ہمت کرتا ہوں اوراس کے نہ پڑھنے کو بہت برا سمجھتا ہوں مگراس کے پڑھنے میں طبیعت نہیں جمتی اور جو دس پندرہ سورتیں زبانی یاد تھیں اوران کو اکثر پڑھ لیا کرتا تھا ان کو بھی نہیں پڑھا جاتا اور بھولا جاتا ہوں اس میں حضور کی دعاء کا خواستگار ہوں کس طرح اس کام میں جی لگے اس کی فکرزیادہ ہے۔

جواب: میں دعا کرتا ہوں آپ بھی ہمت کریں بغیر جی لگے پڑھا کریں اوراگرکوئی سننے والا مل جائے تو اس کو سنادیا کریں [2]

جو کام ضروری ہو ان کو کرنا چاہئے جی لگے یا نہ لگے یہ تو بری حالت ہے کہ جی لگنے کا انتظار کیا جائے کیا اپنے جی کی پرستش کرنا چاہئے؟ جی کے بندے ہو یا اللہ کے؟ [3]

جب تک جی لگے قرآن پڑھو جب طبیعت الجھنے لگے موقوف کردو، مگر یہ اس شخص کے لیے ہے جو تلاوت کا عادی ہو ورنہ خلاف عادت کام کرنے سے ضرور طبیعت گھبراتی ہے اس کا خیال نہ کرے اور بہ تکلف عادت ڈالے جب عادت ہو جائے پھر اس کے لیے وہی حکم ہے جو اوپر گزرا۔

اوراگر قرآن شریف اچھی طرح نہ چلے تو گھبرا کر چھوڑ و مت پڑھتے جاؤ ایسے شخص کو دوہرا ثواب ملتا ہے [4]

---

[1] الفاظ القرآن، التبلیغ ۱۸/۱۴۸۔ [2] تربیت السالک ۱/۴۳۰۔

[3] انفاس عیسیٰ ص ۳۲۵۔

[4] تعلیم الدین ملحقہ اصلاحی نصاب ص: ۲۶۰۔

تلاوتِ قرآن کے وقت کیا تصور کریں

حق تعالیٰ کے دیکھنے کا تصور کرنا دیگر اذکار میں تو سہل ہے مگر قرآن شریف پڑھتے وقت یہ خیال رکھنا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں اس میں طبیعت پراگندہ ہوتی ہے۔

تحقیق: اس وقت یہ تصور نہ کریں بلکہ یہ خیال رکھیں کہ حق تعالیٰ میرے پڑھنے کو سن رہے ہیں۔ (تربیت السالک ص:۸۵۱)

قرآن مجید اس طرح پڑھو کہ تمہارے لہجہ سے یہ معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ سے ڈر رہا ہے بڑی خوش آوازی یہی ہے۔[1]

حفظ قرآن میں وقت زیادہ صرف کریں یا تلاوت کلام پاک میں

سوال: زید آدھا گھنٹہ روزانہ تلاوت کرتا ہے اور اس میں ایک پارہ پڑھ لیتا ہے زید امامت بھی کرتا ہے اور اس کو صرف چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد ہیں اس ضرورت سے اور نیز ثواب کی غرض سے وہ آدھے روز مشہور رکوع حفظ کرتا ہے ایسی صورت میں حفظ کرنے میں بمقابلہ تلاوت کے ثواب کی کمی تو نہ ہوگی۔

جواب: ہر عمل کا ثواب جدا ہے ایک دوسرے سے کافی نہیں ہوتا پس اشتغال بالحفظ (یعنی حفظ کرنے) سے تلاوت کے ثواب میں کمی لازم ہے اب یہ بات رہ گئی کہ ان دونوں عملوں میں کس کو ترجیح دینا چاہئے؟ سو اس میں ہر شخص کی حالت جدا ہے آپ کی مجموعی حالت سے تلاوت ہی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔[2]

---

[1] تعلیم الدین ص:۲۶۰۔

[2] تربیت السالک ۱/۴۲۰۔

ذکر سے زیادہ تلاوت سے شغف ہونا چاہئے

حال: بعونہ تعالیٰ اذکار ماموره پر مداومت ہے اور باقی اوقات میں کلام مجید کی تلاوت کی کثرت رہتی ہے، کوئی نئی حالت نہیں ہے البتہ ایک نئی بات یہ ہے کہ تلاوت سے جس قدر شغف ہے اتنا اذکار سے نہیں ہے۔ حالانکہ ابتداء میں حالت اس کے برعکس تھی اگر کسی روز عذر کی وجہ سے تلاوت نہیں ہوتی ہے یا کم ہوتی ہے تو قلب پر ایک حزن (غم) کی سی کیفیت طاری رہتی ہے اس حالت کے مذموم ہونے کا خیال ہوتا ہے۔

تحقیق: اصل مقصود یہی حالت ہے کہ ذکر سے زیادہ شغف تلاوت سے ہو اور ابتداء میں اس کا عکس وہ عارض کے سبب خلاف اصل تھا۔ (تربیت السالک ۲/۹۳۶)

سوال: حضور کے فرمان کے مطابق ذکر اللہ کرتا ہوں مگر ضعف کی وجہ سے ذکر جہری نہیں ہوتا مگر بہ نسبت ذکر کے قرآن شریف کے پڑھنے میں لذت وفرحت حاصل ہوتی ہے اگر حضور مدظلہ فرماویں تو بہ نسبت ذکر کے کلام مجید زیادہ پڑھا کروں۔

جواب: بحالت کذائیہ (یعنی موجودہ حالت میں) تلاوت ہی کی کثرت کیجئے۔[1]

ذکر کے بہ نسبت تلاوت قرآن سے رغبت کی زیادتی محمود ہے

سوال: خدا جانے کیا بات ہے کہ مجھے ذکر سے بہت ہی کم مناسبت ہے اور تلاوت کلام اللہ سے بہت رغبت ہے اور بہت انس بڑھتا ہے اور جی یوں چاہتا ہے کہ اذکار کو کم کر کے تلاوت کلام اللہ شریف جس قدر ہو سکے کیا کروں کیونکہ کمزور جسم کا ہوں اس لیے یہ خیال ہے کہ ایک منزل روزانہ ہو جایا کرے تو غنیمت ہے اگر اجازت ہو تو یہ کر کے دیکھوں شاید حضرت والا کی دعا کی برکت سے پابندی ہو جائے ورنہ اپنی کمزوری کو دیکھتے ہوئے تو امید نہیں۔

---

[1] تربیت السالک ۲/۸۸۱۔

تحقیق: بہت مناسب ہے اصل مقصود توجہ الی الحق ہے خواہ ذکر سے ہو یا تلاوت سے۔[1]

تیز رواں کثرت سے تلاوت کرنا

حال: اپنے حال کے متعلق یہ عرض ہے کہ آج کل قرآن شریف کی جو تلاوت ہوتی ہے تو تیز اور رواں ہوتی ہے جس میں تقریباً پندرہ پارہ روزانہ دن میں ہو جاتے ہیں اور بفہم او بلافہم پر عمل کرتا ہوں (یعنی بے سمجھے یا سمجھ کر پڑھے دونوں صورتوں میں ثواب کا وعدہ ہے اس کے پیش نظر سمجھے بغیر پڑھتا ہوں)؟

جواب: تحقیق بہت مناسب ہے۔[2]

غور و فکر اور تدبر کے ساتھ تلاوت کرنا سنت ہے

حال: میں جب نماز پڑھتا ہوں تو ہر ایک آیت کو ٹھہر ٹھہر کر اور اس کے معنی کا خیال کرتے ہوئے پڑھتا ہوں۔ اس طرح پڑھنے سے حضور قلبی خوب ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ میاں کے سامنے کھڑا ہو کر عرض معروض کر رہا ہوں۔ حضرت اس طرح جو میں نماز پڑھتا ہوں تو یہ سنت کے خلاف تو نہیں؟ اگر خلاف ہو تو کس طرح پڑھنا چاہئے۔

تحقیق: عین سنت ہے: **كما تدل عليه النصوص وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً، وروى الترمذى عن ام سلمة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ "الحمد لله رب العالمين" ثم يقف ويقرأ "الرحمن الرحيم" ثم يقف او كما قال وقال تعالىٰ ليدبروا آياته وغيرها من النصوص**۔[3]

---

[1] تربیت السالک ۲/۹۶۹۔

[2] تربیت السالک ۱/۴۳۴۔

[3] تربیت السالک ۱/۴۴۱۔

بجائے تلاوت قرآن مجید کے تفسیر دیکھنا

حال: بے عملی یا کم علمی سے اکثر اوقات خصوصاً قرآن مجید کی تلاوت میں بہت دل پریشان ہوتا ہے۔ بیان القرآن کامل دہلی سے منگائی ہے اگر اسی کے پڑھنے کے لیے روزانہ اس قدر وقت مقرر کرلوں جس میں پاؤ پارہ مع تفسیر پڑھا کروں اور اس طرح پڑھوں کہ اہلیہ بھی سنیں تو مناسب ہے یا نہیں؟

تحقیق: بالکل مناسب ہے مگر جو مقام سمجھ میں نہ آئے رائے سے مطلب نہ بتا دیا جائے۔[1]

قرآن شریف کی تلاوت ہو رہی ہو کیا اس کا سننا واجب ہے

سوال: بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ استماع قرآن (یعنی قرآن کا سننا) نماز میں واجب ہے اور خارج نماز واجب نہیں۔ اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن شریف پڑھے اور سامع کسی دینی یا دنیوی مشغولی کی وجہ سے نہ سنے تو قاری (پڑھنے والے) کو گناہ ہوگا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت عام ہے۔ صلوۃ اور خارج صلوۃ کو۔ اور امام صاحب کا کلیۃ ''المطلق یجری علی اطلاقه'' بھی اس کا مؤید معلوم ہوتا ہے۔ آج کل علماء کس پر فتویٰ دیتے ہیں۔

الجواب: سماع قرآن (یعنی قرآن سننے میں) آسانی کے لیے اسی کو اختیار کرتا ہوں کہ (نماز کے اندر قرآن سننا واجب ہے اور) خارج صلوۃ مستحب ہے۔[2]

ایک صاحب نے پوچھا کہ ایک جلسہ میں کئی لوگ قرآن شریف جہر سے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ فرمایا اکثر فقہاء کے کلام سے منع معلوم ہوتا ہے مگر میں نے اپنی تفسیر میں ایسے بعض اقوال نقل کیے ہیں جن سے جواز معلوم ہوتا ہے اور اسی میں وسعت ہے۔[3]

---

[1] تربیت السالک ۱/۴۱۸۔ [2] امداد الفتاوی ۴/۵۹۔ [3] حسن العزیز ۳/۹۱۔

مسئلہ کی مزید تحقیق

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْن (پ۹)

ترجمہ و تفسیر: اور آپ ان سے کہہ دیجئے کہ جب قرآن پڑھا جایا کرے مثلاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تبلیغ فرمائیں تو اس کی طرف کان لگایا کرو اور خاموش رہا کرو، امید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔(بیان القرآن)

فائدہ: مجموعہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو تلاوت خارج صلوۃ اپنے ثواب یا یاد کے لیے ہو کسی کو تذکیر (نصیحت) و تبلیغ کے لیے نہ ہو، وہ آیت میں مراد نہیں۔اور مجتہد صاحبِ مذہب (امام ابوحنیفہ) سے یہ فرع کہیں منقول نظر نہیں آئی، (کہ خارج صلوۃ بھی تلاوت قرآن کے وقت اس کا سننا واجب ہے لیکن) ہمارے فقہاء حنفیہ نے خارج عن الصلوۃ بھی قراءت کے وقت دوسرے کام میں مشغول ہونے کو ممنوع فرمایا ہے اور اسی بنا پر مشغول شخص کے پاس بیٹھ کر پکار کر پڑھنے کو منع کیا ہے۔نقلہ فی الروح عن الخلاصۃ (اور اس کے دلائل ذکر کئے ہیں) لیکن احقر کو اس میں شفاء نہیں ہے۔اور مجتہد صاحب مذہب (امام ابوحنیفہ) سے یہ فرع کہیں منقول نظر نہیں آئی (کہ خارج صلوۃ تلاوت قرآن کے وقت خاموش رہنا اور اس کا سننا واجب ہے) اس لیے اس وجوب میں شبہ ہے چنانچہ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو عبداللہ بن مغفلؓ سے درمنثور میں بروایت ابن ابی شیبہ وغیرہ سے منقول ہے۔ اَكُلُّ مَنْ سَمِعَ الْقُرْآنَ يَقْرأُ وَجَبَ عَلَيْهِ الاسْتِمَاعُ وَالإنْصَاتُ؟ قَالَ لاَ۔

اور سراج المنیر میں بیضاوی سے نقل کیا ہے: ظاهر اللفظ يقتضى وجوبهما حيث يقرأ القرآن مطلقاً وعامة العلماء على استحبابهما خارج الصلوة۔

پس ظاہراً عامۃ العلماء میں حنفیہ بھی داخل ہیں اور یہ لفظ قریب اجماع کے ہے پس

اس قول کو حنفیہ کا قول محقق اور قول اول کو ان کا قول مشہور کہیں گے۔ اگر کسی صاحب کو اس سے زیادہ تحقیق ہو تو اس سے شفاء حاصل کرلیں۔ واللہ اعلم۔

اور الدر المختار میں شرح منیۃ سے استماع (سننے) کو فرض کفایہ کہا ہے (یعنی) بعض کا سننا کافی ہے وہ بھی جب کہ قراءت پہلے شروع ہوگئی ہو۔ اور اگر پہلے کام میں لگ گئے ہوں اور پھر قراءت شروع ہوئی ہو تو شروع کرنے والا گنہگار ہوگا۔

بعد میں طحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۱۸۰ میں اس روایت پر نظر پڑی، جس میں فرع مذکور میں حنفیہ کے نزدیک بھی گنجائش کی تصریح ہے: **یکرہ للقوم ان یقرؤا القرآن جملة لتضمنها ترک الاستماع والانصات وقیل لا بأس بہ**[1]

---

[1] بیان القرآن سورہ اعراف ۶۲/۴۔

باب۱۰

قرآن پاک چھونے اور پڑھنے سے متعلق ضروری احکام

ناپاکی کی حالت میں دل دل میں تلاوت کرنا

سوال: گھر میں حضور والا سے بیعت ہیں بفضلہٖ تعالیٰ نماز، روزہ کی پابند ہیں قرآن شریف کی تلاوت بھی کرتی ہیں، نصف پارہ روز پڑھتی ہیں کچھ سورتیں حفظ کرلی ہیں، جس زمانے میں نماز معاف ہے اس وقت مجھ سے دریافت کیا کہ ہم کو جو حفظ ہے اسے پڑھ لیا کریں؟ میں نے منع کردیا تو اس زمانے میں وہ سورتیں بھول جاتی ہیں۔ از سرنو بہت محنت سے یاد کرتی ہیں۔ مجھ سے کہا کہ حضرت کی خدمت میں ہماری طرف سے لکھ دو، جیسا ارشاد ہوگا تعمیل کی جائے گی۔

جواب: ان سے کہتے کہ بدون حرکت لسان (یعنی زبان کو حرکت دیئے بغیر دل دل میں ان سورتوں کو دہرالیا کریں)۔[1]

قرآن پاک چھونے اور پڑھنے سے متعلق ضروری احکام

۱- جو عورت حیض سے ہو یا نفاس سے ہو اور جس پر نہانا واجب ہو اس کو مسجد میں جانا اور کعبہ شریف کا طواف کرنا اور کلام مجید کا پڑھنا اور کلام مجید کا چھونا درست نہیں۔ البتہ

---

[1] تربیت السالک ۲/۹۶۴۔

اگر کلام مجید جزدان میں یا رومال میں لپٹا ہو یا اس پر کپڑے وغیرہ کی چولی چڑھی ہوئی ہو، اور جلد کے ساتھ سلی ہوئی نہ ہو بلکہ الگ ہو کہ اتارنے سے اتر سکے تو اس حال میں قرآن مجید کا چھونا اور اٹھانا درست ہے۔

۲- جس کا وضو نہ ہو اس کو بھی کلام مجید کا چھونا درست نہیں۔ البتہ زبانی پڑھنا درست ہے۔

۳- جس روپیہ یا پیسہ میں یا طشتری میں یا تعویذ میں یا اور کسی چیز میں قرآن شریف کی کوئی آیت لکھی ہو اس کو بھی چھونا ان لوگوں کے لیے درست نہیں۔ البتہ اگر کسی تھیلی میں یا برتن وغیرہ میں رکھے ہوں تو اس تھیلی اور برتن کو چھونا اور اٹھانا درست ہے۔

۴- کرتے کے دامن اور دوپٹہ کے آنچل سے بھی قرآن مجید کو پکڑنا اور اٹھانا درست نہیں البتہ اگر بدن سے الگ کوئی کپڑا ہو جیسے رومال وغیرہ اس سے پکڑ کر اٹھانا جائز ہے۔

۵- اگر پوری آیت نہ پڑھے بلکہ آیت کا ذرا سا لفظ یا آدھی آیت پڑھے تو درست ہے لیکن وہ آدھی آیت اتنی بڑی نہ ہو کہ کسی چھوٹی سی آیت کے برابر ہو جائے۔

۶- اگر الحمد کی پوری سورہ دعاء کی نیت سے پڑھے یا اور دعائیں جو قرآن میں آئی ہیں ان کو دعا کی نیت سے پڑھے۔ تلاوت کے ارادے سے نہ پڑھے تو درست ہے اس میں کچھ گناہ نہیں ہے جیسے یہ دعا: رَبَّنَا آتِنا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اور یہ دعا: رَبَّنَا لاتُؤَاخِذْنَا اِن نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَانَا۔ اخیر تک جو سورۃ بقرہ کے اخیر میں لکھی ہے یا اور کوئی دعا جو قرآن شریف میں آئی ہو دعا کی نیت سے ان کا پڑھنا درست ہے۔

۷- دعاء قنوت کا پڑھنا بھی درست ہے۔

۸- اگر کوئی عورت لڑکیوں کو قرآن شریف پڑھاتی ہو تو ایسی حالت میں ہجے لگوانا درست ہے اور رواں پڑھاتے وقت پوری آیت نہ پڑھے بلکہ ایک ایک دو دو لفظ کے بعد سانس توڑ دے۔ اور کاٹ کاٹ کر کے آیت کو رواں کہلاوے۔ (بہشتی زیور ۲/۶۳)

خلاصہ کلام

(۱) جنبی حیض والی عورت کو (بحالت حیض) قرآن پڑھنا جائز نہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

(۲) البتہ آیت سے کم پڑھنا (بعض کے نزدیک جائز ہے) بعض کے نزدیک جائز نہیں۔

(۳) اگر قرآن تلاوت کے قصد سے نہ پڑھا جائے بلکہ دعا کے قصد سے پڑھا جائے جب کہ اس میں دعا کے معنی ہوں تو اکثر علماء کے نزدیک جائز ہے۔ بعض نے اس پر فتویٰ نہیں دیا۔

(۴) احادیث کا (اور اسی طرح کتب فقہ کا) پڑھنا جائز ہے اس میں بھی اختلاف نہیں۔

(۵) قرآن وحدیث میں جو دعائیں ہیں ان کا پڑھنا جائز ہے صرف ادعیہ قرآنیہ میں یہ قید ہوگی کہ دعا کی نیت سے پڑھے قرآن کی نیت سے نہ پڑھے۔[۱]

جس تعویذ میں قرآنی آیات لکھی ہوں ان کے متعلق ضروری احکام

۱- تعویذ اگر قرآنی آیت کا ہو اس کا بے وضو لکھنا جائز نہیں۔

۲- ایسے تعویذوں کو بے وضو ہاتھ لگانا بھی جائز نہیں مگر عاملین اس طرف توجہ نہیں کرتے اور آیات قرآنیہ بے وضو لکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح بے وضو آدمی کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں حالانکہ بے وضو اس کا لکھنا اور چھونا دونوں ناجائز ہے۔[۲]

۳- اگر کسی کافر کو تعویذ دینا ہو تو بہتر ہے کہ قرآنی آیات نہ لکھے بلکہ یا تو وہ حروف جدا جدا لکھ دے یا ان حروف کے ہندسے لکھ دے یا اور کچھ جائز عبارت لکھ دے۔

۴- تعویذ جب کپڑے میں لپٹا ہو بیت الخلا میں جانا جائز ہے۔[۳]

---

[۱] مزید تفصیل ودلائل کے لیے ملاحظہ ہو، امداد الفتاوی ۱/۹۷۔ [۲] التقی فی احکام الرقی -ص:۳۴

[۳] اغلاط العوام ص۲۷۔

۵- اگر قرآنی آیت تشتری پر لکھی جائیں تو ان کے لکھنے اور چھونے کے لیے بھی وضو شرط ہے اس لیے بہتر ہے کہ اگر طالب (یعنی تعویذ لینے والا) باوضو نہ ہو تو خود عامل اس کو لکھ کر پانی سے دھو کر اس کو دے دے۔

٦- جب تعویذ کی ضرورت نہ رہے بہتر ہے کہ اس تعویذ کو دھو کر وہ پانی کسی پاک جگہ چھوڑ دے[1]

٧- جب تعویذ سے کام ہو چکے اس کو قبرستان میں کسی احتیاط کی جگہ دفن کر دے۔

منھ کے لعاب سے قرآن پاک کے ورق کو الٹنے کا حکم

سوال: بوقت تلاوت قرآن مجید زبان کے لعاب یعنی تھوک انگلی میں لگا کر قرآن مجید کے ورق کو الٹاتے ہیں آیا اس طرح الٹانا شرعاً جائز ہے یا نہیں یا حرام یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہے؟ بالدلیل تحریر فرمائیں۔

الجواب: مسئلہ فقہیہ سور الادمی طاهر (یعنی آدمی کا جھوٹا پاک ہے) اس سے منھ کے لعاب کی طہارت ظاہر ہے اور تقبیل حجر اسود کی مسنونیت سے (یعنی حجر اسود کو بوسہ دینا سنت ہے اس پر عمل کرنے کی صورت میں) اس لعاب کے لگانے کا خلاف ادب نہ ہونا بھی ظاہر ہے جو تقبیل حجر (یعنی حجر اسود کو بوسہ دینے) میں محتمل ہے اس سے اس طرح قرآن پاک کی ورق گردانی کا جواز یقینی ہے[3]

[1] التقیٰ فی احکام الرقیٰ ص:۳۴۔ [2] اعمال قرآنی ص:۳۔ [3] امداد الفتاویٰ ۱/۷۱۔

قرآن شریف کے اوپر سے گر جانے یا بے ادبی ہو جانے کی وجہ سے اس کو چومنا اور ہم وزن غلہ دینا

سوال ۱: جب قرآن شریف کسی سے اونچی جگہ سے گر جائے تو اس کے گر جانے سے کچھ دینا ہوتا ہے؟

۲: اکثر گھروں میں عورتوں کو دیکھا ہے کہ قرآن شریف کے ہم وزن انداز سے اناج (غلہ) دے دیا کرتی ہیں۔

۳: دوسرے اگر تکیہ وغیرہ کے اوپر سے کھسک کر چارپائی وغیرہ پر آ جاتا ہے تو اس کو ماتھے سے لگا کر چومتے ہیں۔

۴: اسی طرح اگر روٹی وغیرہ گر جاتی ہے تب بھی کرتے ہیں اس کے واسطے جو حکم ہو ارشاد فرمائیں۔

الجواب: ۱: ضروری نہیں۔

۲: شریعت سے ضروری نہیں نفس پر جرمانہ ہے اور جائز ہے۔

۳: ضروری نہیں لیکن ادب واحترام کا طریق ہے اور جائز ہے۔

۴: وہی حکم ہے جو اوپر لکھا گیا[۱]

ضروری تنبیہ

یہ عادت بہت شائع ہے کہ اگر نعوذ باللہ قرآن مجید کی بے ادبی ہو جائے تو اس کے برابر اناج (غلہ) تول کر صدقہ کرتے ہیں اس میں اصل مقصود تو بہت مستحسن (پسندیدہ) و قرین مصلحت ہے کہ بطور کفارہ جرمانہ کے صدقہ دیا جائے۔ اس میں نفس کا بھی انتظام ہے

[۱] امداد الفتاویٰ ۴/۶۰۔

کہ آئندہ احتیاط رکھے۔لیکن دو امر اس میں بے اصل اور قابل اصلاح ہیں۔ایک یہ کہ قرآن مجید کو ترازو میں اناج کے برابر کرنے کے لیے رکھتے ہیں دوسرا یہ کہ اس کو واجب شرعی سمجھتے ہیں اگر ایسا کریں کہ محض مصلحت مذکورہ کی بناء پر تخمینہ سے کچھ غلّہ دے دیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔[1]

کلام پاک کی طرح خود حافظ قرآن کا سینہ قابل ادب ہے یا نہیں

سوال: ایک نئی بات سوجھی ہے کہ جس کی اطلاع آپ کو دینی ضروری ہے وہ یہ کہ چھاپہ کا قرآن جب کہ اس پر کاغذ و چمڑہ کی جلد ہو، جزدان بھی ہو قابل ادب ہے تو حافظ کا سینہ اور دماغ تو قدرتی چھاپہ سے چھپ جاتا ہے انسان کی کھال جزدان اور جلد سے افضل ہے میرا خیال ہے کہ حافظ کا سینہ اور دماغ کا اس سے زیادہ ادب ہونا چاہئے میرے اس خیال کی مہربانی فرما کر اس طور پر تشفی کر دیں کہ اطمینان ہو جائے۔

الجواب: چونکہ حافظ کے دماغ میں انتقاش ظاہری نہیں (یعنی ظاہر میں الفاظ منقش نہیں ہوتے) اس لیے اس کا ادب اس قسم کا نہیں کہ اس کو بے وضو مثلاً ہاتھ نہ لگائے، ورنہ خود حافظ کو بلکہ ہر ما یجوز بہ الصلوۃ کے یاد رکھنے والے کو (یعنی اتنی مقدار کے حافظ کو جس سے نماز درست ہو) استنجا خانہ میں جانا جائز نہ ہوتا۔[2]

قرآن پڑھنے میں منہ کا تھوک قابل ادب ہے یا نہیں

سوال: قرآن پڑھتے پڑھتے منہ میں جو تھوک ہوتا ہے اس کو ضائع اور معمولی جگہ ڈالنے کو طبیعت نہیں چاہتی۔قرآن شریف کسی چیز پر پڑھ دیا جائے تو وہ ادب کے قابل ہو جاتی ہے مثلاً پانی، تو جو چیز کہ پڑھنے میں کثرت سے مس ہو تو اس کا ادب کیسے نہ ہوگا۔یہ خیال میرا کس درجہ تک صحیح ہے یا غلط ہے؟ اگر صحیح ہو تو اوروں کو بھی متنبہ کروں۔

---

[1] اغلاط العوام اصلاحی نصاب ص:۵۱۴۔ [2] تربیت السالک ۲/۱۲۲۷۔

الجواب: یہ ایک حال ہے جو قرآن کی عظمت کے اعتقاد سے پیدا ہوا ہے مگر احوال احکام شرعیہ کے مبانی نہیں ہوتے (یعنی احوال پر شرعی حکم کی بنا نہیں ہوتی) اس کے مبانی حقائق واقعیہ ہوتے ہیں سو حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ یہ اجزاء (یعنی تھوک وغیرہ) متعلقات انسانیہ سے ہیں (یعنی انسان کا جزء ہیں) اور انسان پر خود قرآن کی تعظیم واجب ہے اور اجزاء وآلات کل کے تابع ہوتے ہیں تو گویا اجزاء وآلات تعظیم کرنے والے ہوئے جیسے ہاتھ انسانی جز ہے، تو خود ہاتھ پر واجب ہوگا کہ پاک ہوکر قرآن تک پہنچے اسی طرح منھ پر واجب ہوگا کہ پاک نہ ہو تو قرآن نہ پڑھے۔ مثلاً جنابت میں جو کہ نجاست حکمیہ ہے یا کسی سبب سے منھ میں خون بھر گیا جو کہ نجاست حقیقیہ ہے تو جب ان اجزاء وآلات پر خود تعظیم واجب ہے تو اجزاء کی تعظیم کیسے ہوگی ایک ہی چیز معظِم (تعظیم کرنے والی) اور معظَّم (جس کی تعظیم کی جائے) ہوجائے گی۔ پس یہ خیال واقع کے خلاف ہے اس لیے نہ اس پر عمل ہوگا نہ اس کی تعلیم کسی کو کی جائے۔[1]

ننگے سر قرآن پڑھنا

سوال: بلا ٹوپی ننگے سر قرآن مجید پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے یا نہیں؟

الجواب: نہیں۔[2]

ریشمی کپڑے کا جزدان بنانا

سوال: قرآن مجید کا جزدان خالص ریشم کپڑے کا بنا کر اس میں عورتوں اور مردوں کو تلاوت کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔[3]

---

[1] تربیت السالک ۱۲۲۸/۲۔ [2] امداد الفتاوی ۳۹/۴۔ [3] ردمختار، امداد الفتاویٰ ۵۶/۴۔

قرآن مجید میں مور کا پر رکھنا

سوال: مصحف میں مور کا پر رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: چونکہ کوئی امر مانع نہیں لہٰذا جائز ہے۔ (بشرطیکہ پاک وصاف ہو) [1]

زینت یا برکت کے لیے قرآنی آیت کے طغرے لگانا

سوال: قرآن مجید کی کسی سورۃ کو تصویر کے مثل شیشہ میں بند کر کے (فریم کرا کر) رکھنا جائز ہے یا نہیں؟)۔

الجواب: برکت کے لیے کچھ حرج نہیں اور زینت کے لیے خلاف ادب ہے [2]

دوسروں کے دکھلانے اور خوش کرنے کے لیے عمدہ قراءت کرنے کا حکم

بعض لوگ قاریوں سے قرآن سنانے کی فرمائش کرتے ہیں اور اس پر قراء خوب بنا بنا کر قرآن پڑھتے ہیں کہ ویسا خود اپنی تلاوت کے وقت نہیں پڑھتے۔ مجھے شبہ تھا کہ یہ تو ریاء ہوئی مگر الحمد للہ کئی سال کے بعد ایک حدیث سے یہ اشکال حل ہوا۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رات ہم نے تمہارا قرآن سنا اللہ تعالیٰ نے تم کو صوت (آواز) داؤدی سے حصہ دیا ہے اس پر حضرت موسی الاشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے یہ خبر ہوتی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سن رہے ہیں تو میں اور زیادہ بنا بنا کر پڑھتا۔

---

[1] امداد الفتاوی ۵۹/۴۔ [2] امداد الفتاوی ۶۳/۴۔

اس جواب پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا جو کہ تقریر سکوتی ہے۔(اس سے معلوم ہوا کہ) اگر کسی شخص کے لیے بنا سنوار کر قرآن پڑھنا مطلقاً ریا میں داخل ہوتا تو حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا یہ بنا سنوار کر پڑھنا بھی ریا میں داخل ہوتا ہے اور ریا حرام ہے گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دکھلانے کے واسطے ہو، کیونکہ ریا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی حرام ہے۔ کسی قاعدہ سے یہ تخصیص نہیں معلوم ہوتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دکھلانے کے واسطے کام کرنا جائز ہے اور وہ ریا نہیں۔ بہر حال یہ بنا سنوار کر پڑھنا بھی ناجائز ہوتا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ فرمانا اس کے جواز کو ظاہر کر رہا ہے۔ تو یہی کہنا پڑے گا کہ یہاں بنا سنوار کر پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھانا بالذات مقصود نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سنانے سے مقصود آپ کی تطییب قلب (یعنی آپ کا دل خوش کرنے) کے ذریعے سے خدا تعالیٰ کو راضی کرنا تھا۔[1]

اگر مال اور شہرت مقصود نہیں تو یہ بھی اخلاص ہے

بعض لوگ قراء سے درخواست کرتے ہیں کہ کچھ قرآن سناؤ اب اگر وہ بنا سنوار کر پڑھتے ہیں تو ریا کا شبہ ہوتا ہے کیونکہ وہ تنہائی میں اس طرح بنا سنوار کر نہیں پڑھتے۔ اور اگر معمولی طور سے پڑھ دیں تو درخواست کرنے والوں کا جی خوش نہیں ہوتا کئی سال تک مجھے یہ اشکال رہا پھر الحمدللہ حضرت ابوموسی الاشعری کی روایت سے رفع ہوا، اور معلوم ہوا کہ تطییب قلب مؤمن (یعنی مؤمن کا جی خوش کرنے) کے لیے خوش آوازی سے قرآن پڑھنا ریا نہیں گو اس میں ارضاء خلق (یعنی مخلوق کو راضی کرنا) مقصود ہے۔ مگر یہ ارضاء خلق للحق ہے (یعنی مخلوق کو خوش کرنا اللہ کے لیے ہے) کیونکہ حق تعالیٰ نے تطییب قلب (یعنی مومن کا جی خوش کرنے) کا حکم فرمایا ہے پس جو قاری خوش آوازی سے لوگوں کو قرآن سناتا ہے

[1] ارضاء الحق ملحقہ تسلیم و رضا ص: ۶۵-۶۶

اگر اس کو دنیا مطلوب نہیں اور وہ قرآن سنا کر روپیہ نہیں لیتا تو یہ بھی اخلاص ہے کیونکہ یہ سب اخلاص ہی کے مراتب ہیں۔ایک یہ کہ محض خدا تعالیٰ کے لیے کام کرے مخلوق کا اس میں تعلق بھی نہ ہو، اور ایک یہ کہ مخلوق کے راضی کرنے کو کام کرے مگر کوئی دنیوی غرض مطلوب نہ ہو صرف اس کا خوش کرنا مقصود ہو جو کہ دینی غرض ہے اور ایک درجہ یہ کہ کچھ بھی نیت نہ ہو نہ دنیا مطلوب ہو نہ دین یوں ہی خالی الذہن ہو کر کوئی عمل کر لیا یہ بھی اخلاص عدم الریا ہے (یعنی ریا نہیں بلکہ اخلاص کا ایک درجہ ہے) بس ریا یہ ہے کہ دنیوی غرض کی نیت ہو[1]

[1] ارضاء الحق ملحقہ تسلیم ورضا،ص:۱۶۹

باب ۱۱

قرآن کی اشاعت سے متعلق ضروری احکام

بہت چھوٹے سائز کا قرآن پاک منع ہے

''آلر تلک آیت الکتب المبین ''اس آیت میں مبین کی قید ہے اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن کی قراءت و کتابت دونوں واضح اور ظاہر ہونی چاہئے اسی لیے فقہاء نے قرآن کی تقطیع چھوٹی کرنے سے (یعنی بالکل چھوٹے سائز میں کرنے سے) منع فرمایا ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ قرآن کی تقطیع (سائز) بڑا ہوتا کہ کتابت واضح اور صاف ہو، لیکن متوسط تقطیع (سائز) کا مضائقہ نہیں جیسے حمائل کی تقطیع ہے کہ اس سے سفر میں سہولت ہوتی ہے۔

ہاں یہ جو آج کل بعض تعویذی قرآن شائع ہوئے ہیں یہ بے شک مکروہ ہیں [۱]

قرآن کا صرف ترجمہ شائع کرنا جائز نہیں

اس خیال کے لوگوں نے ایک قرآن صرف اردو ترجمہ کی صورت میں متن قرآن کے بغیر شائع کیا ہے، خوب سن لیجئے کہ اس کا خریدنا حرام اور ناجائز ہے کیونکہ اس کا منشاء (اور غرض) یہی ہے کہ یہ لوگ الفاظ قرآن کو بے کار سمجھتے ہیں۔

دوسرے اس میں بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر یہ صورت شائع ہوگئی تو اندیشہ ہے کہ کبھی

---

[۱] الفاظ القرآن ص:۱۲۹۔

یہود و نصاریٰ کی طرح مسلمانوں کے پاس بھی قرآن کا ترجمہ ہی رہ جائے۔ اور اصل غائب ہو جائے، جیسا کہ توراۃ وانجیل کے تراجم ہی آج کل دنیا میں رہ گئے ہیں۔ اور اصلی کتاب معدوم (ختم) ہوگئی پھر ترجمہ کے اندر ہر شخص کو آسانی سے تحریف کا موقع مل جائے گا۔ اور جب اصل قرآن بھی ترجمہ کے ساتھ ہوگا تو کسی کی تحریف چل نہیں سکتی کیونکہ اس سے ہر شخص ترجمہ کا مقابلہ کر کے اس کی صحت وخطاء کا موازنہ کر سکے گا۔[1]

ہندی انگریزی اور دوسری زبانوں میں ترجمہ قرآن شائع کرنے کی ضرورت اور اس کے شرائط

سوال: آج کل فتنہ ارتداد کے سلسلہ میں اس امر کو بڑی سختی کے ساتھ محسوس کیا جارہا ہے کہ ہمارے پاک مذہب اسلام کے متعلق ہندی زبان میں جو ہمارے کروڑوں برادران کی زبان ہے بہت کم لٹریچر موجود ہے اور اس وقت تک قرآن مجید کا کوئی مکمل ہندی ترجمہ شائع نہیں کیا گیا ہے جو ایک بڑی غفلت اور تبلیغی کمی تھی اب انجمن تبلیغ اسلام کے پروگرام کے تحت یہ کام ہونے جارہا ہے۔

جناب والا سے درخواست ہے کہ اس اہم اور ضروری خدمت کے متعلق اپنے مفید مشوروں سے خاکسار کو مطلع فرمائیں اور مذہبی حیثیت سے اس امر پر روشنی ڈالیں کہ ترجمہ کے ساتھ متن کلام پاک عربی خط میں رکھا جائے یا ہندی رسم الخط میں لکھا جائے امید ہے کہ جناب والا جواب سے جلد سرفرازی بخشیں گے۔

الجواب: بہت ہی نیک کام ہے حق تعالیٰ مدد فرمائے اور مکمل فرمائے۔ بنابر اجازت ذیل کے مشورے پیش کرتا ہوں۔

۱- اگر ترجمہ اس غرض سے ہے کہ وہ لوگ بطور خود مطالعہ کیا کریں گے تو اس طور

[1] الفاظ القرآن ص:۸۴۔

سے مطالعہ کرنے میں تجربہ سے سخت غلط فہمیوں کا احتمال ہے اور اگر اس غرض سے ہے کہ کسی عالم سے پڑھ لیا کریں تو بہت مفید ہے۔

۲- مترجم اگر جامع اور متدین عالم ہیں تو مستقل ترجمہ کا مضائقہ نہیں ورنہ تراجم مقبولہ میں سے کسی بزرگ کے ترجمہ کی صرف زبان بدلنا کافی ہے۔ مستقل ترجمہ مناسب نہیں۔

۳- متن میں قرآن مجید عربی ہی خط میں رکھنا چاہئے۔ ہندی رسم الخط میں کوئی ضرورت نہیں۔ بے پڑھائے تو ہندی میں ہونے سے بھی کوئی نہیں پڑھ سکے گا۔ اور پڑھانے سے عربی حروف کا یاد کر لینا بھی کچھ مشکل نہیں۔ اور جو اصل مقصود ترجمہ کے متعلق ہے یعنی ارتداد سے بچنا اور اسلام کی طرف لانا اس میں عربی و ہندی رسم الخط داخل نہ ہونے میں برابر ہے۔

علاوہ اس کے ہندی یا انگریزی میں بعض حروف عربیہ کی شکل ہی نہیں جیسے ق، ض، ط، ظ، ز، مثلاً (عربی میں ض، ظ، ز، میں فرق ہے اور انگریزی و ہندی میں ناممکن ہے) پس جب ان کو دوسری شکل میں لکھا جائے گا تو ظاہر ہے کہ اصلی حروف پڑھے بھی نہ جائیں گے تو اس میں عمداً (قصداً) تحریف کا جائز رکھنا ہے۔ وہو حرامٌ (اور یہ قطعی حرام ہے) **قال فی الاتقان قال اشهب سئل مالک هل یکتب المصحف علیٰ ما احدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لاالا علی الکتبة الاولیٰ رواه الدّانی فی المقنع ثم قال ولامخالف له من علماء الامة ،قال الامام احمدیحرم مخالفة خط مصحف عثمان فی واوٍ ویاءٍ اوالف اوغیر ذالک.** (امداد الفتاوی ۴۳/۴۔الاتقان ج ۲ ص ۱۷۲)

نظم واشعار میں ترجمہ قرآن شائع کرنے کا حکم

مظفر نگر جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک معزز عہدیدار صاحب نے مجھ کو شروع کے چار سیپارے قرآن مجید کے جن میں تحت اللفظ اردو ترجمہ منظوم لاہور کا چھپا ہوا ہے دکھلا کر اس کے متلق میری رائے دریافت فرمائی۔ سفر میں دیکھنے کا وقت نہ ملا وطن واپس آ کر کہیں

کہیں سے دیکھا اب اپنی رائے عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ نظم میں ترجمہ قرآن کرنے میں ایک بڑا مفسدہ تو یہ ہے کہ ترجمہ بعینہ محفوظ نہیں رہ سکتا۔ضرورت شعر و وزن سے ضرور اس میں کمی و بیشی اور اگر کمی نہ ہو تو بیشی تو ضرور ہوگی۔ پھر جب وہ تحت اللفظ لکھا ہوا ہے تو دیکھنے والے یہی سمجھیں گے کہ یہ سب ترجمہ ہے حالانکہ اس میں ترجمہ پر زائد الفاظ بھی بہت سے ہیں چنانچہ ترجمہ متکلم فیہا (جو میرے سامنے ہے اس میں) اس سے کوئی شعر بھی خالی نہیں۔ **إلا نادراً والنادر كالمعدوم۔**

نیز ایک خرابی اس میں یہ ہے کہ اگر کلمات قرآنیہ کو الفاظ ترجمہ کے مقابل لکھا جائے جیسا کہ اس ترجمہ منظوم میں کیا گیا ہے تب تو دونوں مصرعوں کے درمیان فصل کے سبب کلمات قرآنیہ میں بھی فصل کیا جائے گا۔ چنانچہ اس میں ایسا ہی ہے اور اس صورت میں قرآن مجید کو ترجمہ کے تابع بنانا ہے جو کہ قلب موضوع ہے اس کے علاوہ **تقطیع کلمات القرآن فی الکتابة** لازم آتی ہے (یعنی کتابت میں قرآنی کلمات کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا لازم آتا ہے) اور ظاہر ہے کہ عادۃً تلاوت کتابت کے تابع ہوتی ہے۔ تو ان کلمات کے درمیان تلاوت میں بھی فصل (اور وقف) کسی قدر مظنون ہے (جو بالکل بے موقع ہوگا) اور فصل بے موقع اکثر جگہ مفسد معنی ہوتا ہے جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔

یہ وہ مفاسد ہیں کہ اگر (ترجمہ قرآن) نظم میں کوئی مصلحت بھی ہوتی تب بھی ان مفاسد کے ہوتے ہوئے اس مصلحت کا اعتبار نہ کیا جاتا۔ جیسا کہ قاعدہ شرعیہ ہے کہ جس عمل غیر ضروری میں (گو وہ درجہ استحباب تک بھی کیوں نہ ہو) مفاسد ہوتے ہیں اس کو وجوباً ترک کر دیا جاتا ہے۔ اور اس کے محاسن کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔

بہت سے فروع فقہیہ اسی اصل پر متفرع ہیں اور اب تو اس میں کوئی مصلحت بھی نہیں اور بعض مصلحتیں جو دیباچہ میں لکھی ہیں مثلاً یہ کہ مسلمان لوگ اس کو موزوں اور منظوم ہونے کی وجہ سے نہایت ذوق و شوق سے مطالعہ کریں گے، اور خاص کر اپنے بچوں اور بچیوں کو

آئندہ مختلف غزلیات اور گندے اشعار کی جگہ اس کو یاد کرایا کریں گے، تو خود اس مصلحت میں مفاسد کا اقرار ہے کہ انجام اس کا یہ ہوگا کہ غزلوں کی جگہ اس کو گایا کریں گے کیونکہ تغنی والحان کے (یعنی گائے) بغیر ذوق وشوق نہ ہوگا، پھر رفتہ رفتہ خصوصاً پیشہ ور واعظین کے واسطے سے تغنی (گانے) کا یہ طرز باعتقاد استحسان شائع ہو جائے گا۔ اور گانے کا حکم ظاہر ہے خصوصاً ترجمہ کو اس کا آلہ بنانے کا، نیز نظم میں ہیبت اور عظمت نہیں ہوتی۔ وہو السر فی قولہ تعالیٰ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ الخ پھر اگر ایسی ہی مصلحتیں معتبر ہوں تو کل کو یہ دیکھ کر کہ قرآن کی طرف لوگوں کی رغبت نہیں رہی کوئی شخص قرآن کو نظم کر دے گا کیا یہ جائز ہوگا؟ (ہرگز نہیں) یہی وجہ ہے کہ آج تک باوجود ایسے دواعی (وتقاضوں) کے امت میں سے کسی نے باوجود علم وقدرتِ سخن کے ایسا نہیں کیا اور یہ اجماع ہے ترک پر جس کی مخالفت ناجائز ہے[1]

یہودیوں اور غیروں کے طرز پر ترجمہ قرآن شائع کرنا

سوال: قرآن شریف میں جس کے ایک ہی صفحہ میں کلام پاک عربی تحریر میں ہو اور اس کے مقابل ترجمہ اردو یا ہندی یا انگریزی زبان میں ہو رکھنا اور پڑھنا اور چھاپنا درست ہے یا نہیں۔ جس کی شکل اس طرح ہوگی۔

قرآن شریف	ترجمہ انگریزی
تفسیر انگریزی	

الجواب: اس طرز میں غیر اہل اسلام کے ساتھ تشبہ ہے کیونکہ یہ انہی کی ایجاد اور ان ہی میں شائع ہے۔ اور اہل اسلام میں اس کا ایسا شیوع نہیں ہوا کہ غیر اہل اسلام کے ساتھ اس میں اختصاص کے معنی نہ رہے ہوں۔ اس لیے منع کیا جائے گا۔ دوسرے اس ہیئت

[1] امداد الفتاوی ۴/۵۴۔

میں معارضہ وتقابل اور موازنہ کی سی صورت ہے۔ چنانچہ جن مضامین میں تقابل وتوازن دکھلایا جاتا ہے وہ اسی ہیئت میں لکھے جاتے ہیں۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے اور قرآن کا معارضہ جیسے مذموم ہے اس کی صورت موہومہ بھی مذموم ہے باقی ان اجزاء کا جمع کرنا اور (مطلوب تفسیر کا مرتب کرنا) اس ہیئت سے بھی ہوسکتا ہے۔[1]

قرآن

ترجمہ

تفسیر

قرآنی آیت کی تعویذ کی گولیاں بنا کر جانوروں یا مچھلیوں کو کھلانا

سوال: مقدمہ میں کامیابی کے لیے اسم ذات (یا قرآنی آیت) کاغذ پر لکھ کر آٹے میں گولیاں بنا کر مچھلیوں کو کھلانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جب تعویذ کھلانا پلانا آدمی کو جائز ہے اسی طرح حیوان کو بھی اور اگر القاء (یعنی ڈالنے اور پھینکنے) سے اہانت کا شبہ ہو تو چونکہ قصد اہانت نہیں بلکہ استبراک (برکت حاصل کرنا) مقصود ہے۔ اس لیے کوئی حرج نہیں، رہا یہ کہ اس عمل کو مقصود میں کچھ دخل ہے یا نہیں، سو مجھ کو اس کی تحقیق نہیں۔ واللہ اعلم۔[2]

قرآن مجید کو عمل کے طور پر پڑھنا

سوال: قرآن شریف یا نماز یا ذکر رزق میں برکت یا قضاء حاجت کے لیے پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے جیسا کہ حدیث میں سورۂ واقعہ کی یہ ہی خاصیت وارد ہوئی

[1] امداد الفتاوی ۶۰/۴۔ [2] امداد الفتاوی ۸۵/۴

ہے جو جواز کی صریح دلیل ہے۔[1]

البتہ تعویذ یا نقش لکھنا خود دنیا کا کام ہے عبادت نہیں (اسی طرح) قرآن شریف کو جھاڑ پھونک کے طور پر پڑھنا عبادت نہیں اسی لیے اس پر معاوضہ لینا بھی جائز ہے یہ تو ایسا ہی ہے جیسے حکیم جی کا نسخہ لکھنا عبادت نہیں اور اس پر اگر اجرت بھی لے تو کچھ حرج نہیں۔[2]

قرآن مجید کو خون یا پیشاب یا ناپاک روشنائی سے لکھنا

سوال: قرآن مجید کو (نعوذ باللہ) پیشاب یا خون سے لکھنا کیسا ہے؟

جواب: معاذ اللہ قرآن مجید کا نجاست سے لکھنا اگر بدون اکراہ و اضطرار کے قصد و اختیار سے ہو تو کفر ہے۔

اور اگر کوئی اکراہ کرے کہ نجاست سے نہ لکھے گا تو تجھ کو قتل کر ڈالوں گا یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹ ڈالوں گا اور اکراہ کرنے والا قادر بھی ہو اس وقت اس کا ارتکاب جائز ہے، لیکن مرتکب نہ ہونا اور صبر کرنا بہتر ہے کہ اگر مارا گیا شہید ہوگا۔

اور اگر وہ شخص (جان سے مارنے پر) قادر نہ ہو یا قتل و قطع کے علاوہ کسی اور امر سے ڈراتا ہو اس وقت ارتکاب جائز نہیں۔

اور اگر ضرورت دوا (علاج) کی ہو یعنی کسی مہلک مرض میں گرفتار ہو اور کسی عامل کامل مسلمان نیک بخت تجربہ کار نے کہا کہ اس امر سے تجھ کو شفاء ہو جائے گی اور کوئی دوا یا تدبیر اس کے سوا باقی نہ رہے اس کا نام حالت اضطرار ہے۔ اور اس صورت میں فقہاء کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف تداوی بالمحرم (یعنی حرام چیز سے علاج کرنے کی) فرع ہے۔ پس ایسی حالت میں جس نے اس کو جائز رکھا اس کو بھی جائز رکھا جس نے اس کو حرام کہا اس کو بھی حرام کہا، اور حالت اختیار میں اختلاف ہے بعض نے جواز کو اختیار کیا اور بعض نے منع

[1] امداد الفتاوی ص ۸۹ جلد ۴۔

[2] التہذیب ملحقہ حقوق و فرائض ص: ۲۱۹، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اشرف العملیات ص: ۱۶۷۔

کو، اور اگر ہلاکت کی نوبت نہیں پہنچی یا دوسری مباح دوا یا تدبیر عمل وغیرہ ممکن النفع ہے یا کوئی کافر یا مسلمان فاسق یا نا تجربہ کار اس کو نافع کہے اس وقت کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

اور جواز کے کل مذکورہ شرائط پائے جانے کی صورت میں ہر چند کہ اس فعل کے جواز وعدم جواز میں کلام واختلاف ہو لیکن جواز ترک (یعنی نہ کرنے کا جواز) متفق علیہ ہے۔ یعنی اگر نہ کیا تو کسی کے نزدیک گنہگار نہ ہوگا کیونکہ دوا کرنا واجب نہیں۔ اگر دوائے مباح بھی نہ کرے تب بھی جائز ہے۔ (امداد الفتاوی ۴/۳۷)

بعض لوگ خون سے تعویذ لکھتے ہیں اور بعض لوگ اس کے لیے طالب سے مرغا لیتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ اس کے خون سے تعویذ لکھا جائے گا) سو (یادرکھو) شریعت میں بہنے والا خون پیشاب کی طرح ناپاک ہے۔ اس سے تعویذ لکھنا کس قدر بری بات ہے اور ایسا تعویذ اگر بازو پر باندھا ہو یا جیب میں پڑا ہو تو نماز بھی درست نہ ہوگی۔ اور اس بہانہ سے مرغا لینا یہ خود دھوکہ دینا ہے جس کی وجہ سے اس کی برائی اور بڑھ جاتی ہے۔[1]

قرآن سے فال نکالنا

سوال: کچھ دنوں سے میں حیران و پریشان ہوں طرح طرح کے خواب دیکھتا ہوں اور اس کے متعلق قرآن سے فال لیتا ہوں۔ اول گیارہ دفعہ درود شریف پڑھ کر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو بخشتا ہوں۔ اس کے بعد سورہ فاتحہ سات بارہ پڑھ کر حضرت یوسف علیہ السلام کی روح مبارک کو اور بعد میں آیت الکرسی تین مرتبہ پڑھ کر جملہ مسلمانوں کی روحوں کو بعد میں اگر صبح کا وقت ہو تو شروع سے اور دوپہر کا وقت ہو تو درمیان قرآن سے اور دن ڈھلنے کے بعد آخری حصہ قرآن کو کھول کر پہلی سطر قرآن مجید سے جو نکل آئے شگون نیک و بد حاصل کرتا ہوں (اس طرح فال نکالتا ہوں) اور آج تک میں

---

[1] التقی فی احکام الرقی ص: ۳۲۔

نے جس قدر فال دیکھے ہیں وہ بالکل صحیح پائے ہیں اور صحیح بھی ایسے کہ بیان صداقت سے زبان قاصر اور قلم عاجز ہے۔ آپ تحریر فرمائیں کہ یہ طریقہ میرا ناجائز تو نہیں ہے از روئے شرع مجھ پر کوئی حرف تو نہیں؟

جواب: محققین نے اس کو ناجائز لکھا ہے خصوصاً جب کہ اس کا یقین کرلیا جائے تو سب کے نزدیک ناجائز ہے۔[1]

فالنامہ قرآنی کا شرعی حکم

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (پ۱۵)

ترجمہ: جس چیز کا تم کو صحیح علم نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑو، اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی صحیح دلیل کے بغیر جس کا صحیح ہونا قواعد شرعیہ سے ثابت ہو کسی امر کا خواہ وہ اخبار ہو یا انشاء (یعنی کسی بات کی خبر ہو یا کسی امر کا حکم ہو) اس کا اعتقاد درست نہیں۔

اب آج کل عاملوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ خاص طریقوں سے فال کھولتے ہیں (بلکہ اب تو عام لوگ بھی جنتری وغیرہ میں فال کھولتے ہیں) اور گذشتہ یا آئندہ کے متعلق خبر دیتے ہیں یہ سب غیب کی خبروں کا دعوی ہے کیونکہ شریعت نے ان واسطوں کے ذریعہ کسی خبر کے علم کو مفید اور معتبر نہیں قرار دیا۔

مذکورہ آیت ایسے امور کو باطل کرتی ہے اسی طرح حدیث بھی ان سب کو باطل کرتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَتٰی عَرَّافاً فَسَأَلَه عَنْ شَیْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوۃٌ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً۔ (مسلم)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص عراف (یعنی غیب کی

---

[1] امداد الفتاویٰ ۴/۵۸۔

اور آئندہ کی خفیہ باتیں بتانے والے) کے پاس آیا اور اس سے کچھ پوچھا ایسے شخص کی چالیس روز تک کی نماز نہ قبول کی جائے گی۔[1]

ردّی کاغذ جس میں اللہ رسول کا نام ہو اس کو کسی تدبیر سے کام میں لانے کا حکم

سوال: کاغذ کی ردّی جس میں خدا اور رسول کے اسماء مبارک (آیات قرآنیہ) وغیرہ نیز ہر قسم کی تحریر ہو اس کو پھاڑ پھاڑ کر پانی میں گلا کر اس میں کھلی یا آٹا وغیرہ ملا کر طسلہ یا ڈلیا وغیرہ تیار کریں جیسا کہ مروج ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جن کاغذات میں دینی احکام لکھے ہوں ان کو ایسے استعمال میں لانا جائز نہیں۔ اور جن کاغذات میں اور مضامین ہوں ان کو ایسے استعمال میں لانا جائز ہے مگر اس میں بھی یہ ضروری ہے کہ جہاں جہاں اللہ و رسول کا نام لکھا ہو اس کو محو کردے یعنی یا تو اس پر سیاہی پھیر دے یا اس کو زبان سے چاٹ کر لعاب نگل جائے۔ (امداد الفتاویٰ ۴/۵۵)

آج کل اخبار و رسائل کی فراوانی ہے ان میں قرآن آیات، احادیث اور اسماء الٰہیہ ہونے کے باوجود گلی کوچوں، غلاظتوں کی جگہوں میں بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ العیاذ باللہ العظیم۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کی دنیا جن عالمگیر پریشانیوں میں گھری ہوئی ہے اس میں اس بے ادبی کا بھی بڑا دخل ہے۔[2]

---

[1] التقیٰ فی احکام الرقیٰ ص: ۶۷۔ [2] مجالس حکیم الامت ص: ۲۸۶۔

بوسیدہ قرآن وسیپارے اور اشتہارات جن میں آیات قرآنیہ ہوں ان کو جلانے یا دفن کرنے کا حکم

سوال: اکثر اشتہارات قرآن مجید کے ایسے شائع ہوتے ہیں کہ ایک طرف اشتہار ہوتا ہے اور ایک جانب قرآن مجید اور تمام گلی کوچوں میں نہایت بے تعظیمی سے پڑے رہتے ہیں جن کے پاس پہنچتا ہے وہ بھی کچھ خیال نہیں کرتے الا ماشاء اللہ ایسے اشتہارات یا اوراق پروف وغیرہ کے قسم سے جو اکثر دہلی کے پارسلوں میں قرآن وحدیث میں آتے ہیں جلائے جائیں تو جائز ہے یا نہیں؟ جلانے سے ان کی راکھ اور راکھ سے جو چولھے میں ہے مل جائے گی پھر وہ واجب التعظیم رہے گی یا نہیں؟

اسی طرح قرآن شریف یا پارہ عم وغیرہ جو لڑکوں کے پڑھنے میں شکستہ و بیکار اور بوسیدہ ہو جاتے ہیں ان کا دفن کرنا ممکن ہے مگر ان اوراق کا ہر وقت دفن کرنا غیر ممکن ہے بالخصوص ایسے شہروں میں جہاں قبرستان دو میل کے فاصلہ پر ہو، اس کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب: اس احراق (یعنی جلانے) میں اختلاف ہے اس لیے فعل میں (یعنی جلانے میں) بھی گنجائش ہے اور ترک احوط ہے۔ (یعنی ایسا نہ کرنا احتیاط کا تقاضا ہے) اور ترک کی تقدیر پر یہ صورت سہل ہے کہ ان اوراق کو جمع کرتے رہیں۔ جب معتد بہ (یعنی کافی) ذخیرہ ہو جائے دفن کرادیں۔ اور احراق (یعنی جلانے) کی صورت میں اس کی خاکستر (راکھ) قاعدہ قلب ماہیت کی بنا پر واجب الاحترام تو نہیں ہے لیکن اگر اس کو جدا گانہ کسی ظرف میں جلا کر اس خاکستر (راکھ) کو پانی میں گھول کر دریا میں بہا دیا جائے تو اور بھی زیادہ اقرب الی الادب ہے۔[1]

---

[1] امداد الفتاوی ۴/۵۵۔

قرآن مجید کی آیتوں کو کاٹ کر کسی کتاب وغیرہ میں چسپاں کرنا

سوال: ہماری مسجد کے امام صاحب قرآن مجید کے پرانے اوراق جو تلاوت کے قابل نہ ہوں ان کو ایک طریقہ سے اپنے کام میں لاتے ہیں اس طرح کہ جب وہ اپنے وعظ وغیرہ کے لیے مسودہ لکھتے ہیں جن میں قرآن مجید کی بعض آیات و رکوعات درج کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو ان کو خود لکھنے کے بجائے ان ہی بوسیدہ قرآن کے اوراق کو قینچی سے کتر کتر کر مناسب مقامات پر چسپاں کر لیتے ہیں۔ جس سے تین فائدے ہیں ایک تو وقت بچتا ہے، دوسرے وہ کلمات و آیات خوشخط لکھی ہوتی ہیں۔ تیسرے ان پر نشان اوقاف مد و تشدید وغیرہ پوری صحت کے ساتھ لکھی ہوتی ہے۔ ان کو خود لکھنے میں یہ فائدے حاصل نہ ہوں گے اور ان اوراق کی باقی کترنوں کو نہایت احتیاط سے ایک صندوقچے میں جمع کرتے ہیں اور پھر کسی وقت بحفاظت دفن کرا دیتے ہیں۔ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: میرے نزدیک تو یہ عمل ضرور خلاف ادب ہے کلیات شرعیہ سے یہی سمجھ میں آتا ہے کیونکہ اس میں چند محذورات ہیں ایک خود اپنے ہاتھ سے قرآن مجید کی تمزیق (یعنی کاٹنا) وہ بھی احترام کے لیے نہیں جیسا کہ دفن کرنا احترام کے لیے ہوتا ہے۔ بلکہ اپنی مصلحت (یعنی) کتابت کی مشقت سے بچنے کے لیے جو فی نفسہ قربت بھی نہیں ورنہ کتابت قرآن پر اجرت لینا جائز نہ ہوتا۔ اس میں اپنی مصلحت مباحہ کی تقدیم ہوئی قرآن مجید کی مصلحت واجبہ پر، دوسرے اس طرح چسپاں کرنے سے چونکہ اس کا منتفع بہ ہونا (یعنی اس کا قابل نفع) ہونا باقی ہے لہٰذا وہ متقوم اور مال ہے اور بدستور سابق اصلی مالک کی ملک میں داخل ہے۔ اور جب ملک ہے تو اس کے سب لوازم بھی مرتب ہوں گے۔ اور غیر کی ملک اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا جائز نہیں۔

(امداد الفتاوی ۶۲/۴)

حروف مقطعات کے مصالح ونکات

الٓــر حروف مقطعات میں سے ہے جن کے معنی ہم کو معلوم نہیں گو بعض محققین کے بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھے لیکن امت کو نہیں بتلائے گئے۔[1]

اب میں حروف مقطعات کا نکتہ بیان کرتا ہوں جو ان آیات کے شروع میں وارد ہیں اور میں ان سے ابھی اپنا مدعیٰ ثابت کروں گا جیسا کہ میں نے شروع میں وعدہ کیا تھا۔

حروف مقطعات میں بہت سے نکات ہیں ایک نکتہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اسرار (راز کی باتیں) ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے معنی سے واقف تھے، مگر دوسروں پر آپ نے ان کے معنی ظاہر نہیں فرمائے، کیونکہ ان کا تعلق محکمہ شرائع عالیہ سے نہیں بلکہ دوسرے محکمہ سے ہے ان اسرار کو اسی محکمہ کے آدمیوں پر ظاہر کیا جاتا ہے تو ممکن ہے کہ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کو ان سے واقف کیا گیا ہو چونکہ امت کو اس محکمہ سے تعلق نہیں اس لیے ہم لوگوں کو ان اسرار پر مطلع نہیں کیا گیا۔

دوسرا نکتہ اس میں ابھی میرے ذہن میں آیا ہے وہ یہ کہ ممکن ہے اس مضمون پر تنبیہ مقصود ہو کہ قرآن سے محض معنی مقصود نہیں بلکہ الفاظ بھی مقصود ہیں کیونکہ بعض الفاظ قرآن میں ایسے ہیں جن کے معنی معلوم نہیں اگر صرف معنی مقصود ہوتے تو قرآن میں یہ ایسے الفاظ کیوں ہوتے حالانکہ وہ جزء قرآن ہیں جن کی قرآنیت کا انکار کفر ہے۔[2]

---

[1] الفاظ القرآن التبلیغ ۳۲/۱۸۔ [2] الفاظ القرآن ملحقہ التبلیغ ۱۳۰/۱۸۔

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلاً

احکام التجوید مع خلاصۃ التجوید

افادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

انتخاب و ترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ا

تجوید کی ضرورت

بعض لوگ اس میں کلام کرتے ہیں کہ تجوید کی ضرورت کس دلیل سے ہے؟ اس کا جواب فقہ وحدیث سے تو ہے ہی جن میں اس کے وجوب واستحباب کے دلائل بالاستیعاب مذکور ہیں۔مگر میں اس کا جواب ایک نئے طریقے سے دیتا ہوں وہ یہ کہ ہماری زبان میں جھاڑو کے اندر ہاء کا اخفاء ہے اب اگر کوئی شخص جھاڑو ہا کے زبر کے ساتھ کہے تو اہل زبان اس شخص کو بے وقوف بنائیں گے اور کہیں گے کہ ہندوستانی نہیں بلکہ بنگالی معلوم ہوتا ہے۔

ایسے ہی پنکھا، گنگا، سنگ، رنگ وغیرہ میں نون کو اخفا سے ادا کیا جاتا ہے اگر کوئی شخص نون کو ظاہر کر کے پڑھے یعنی پن کھا اور گن گا، اور سن گ اور زن گ کہے تو سب اس کو احمق اور غلط خواں کہیں گے۔اسی طرح بعض الفاظ کے ادا کا عربی میں خاص طریقہ ہے۔ مثلاً ''اِنْ کَانَ ''میں نون کا اخفا ہے اگر یہاں نون کو ظاہر کیا جائے گا تو غلط ہوگا مگر لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اس کو ہیچ (معمولی بات) سمجھتے ہیں مگر میں سختی کے ساتھ کہتا ہوں کہ شرعاً علم قراءت کا حاصل کرنا ضروری ہے پس اس کو اعتقاد میں ضرور ہی واجب سمجھو پھر جس کا جی چاہے عمل بھی کرے اور عمل نہ کرے گا تو محض گناہ ہی ہوگا۔اعتقاد تو سلامت

رہے گا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر قراءت نہ آئے تو قرآن کی تعلیم ہی حاصل نہ کرے جائے۔[1]

تجوید بھی نصاب میں داخل کی جائے

اہل مدارس اس کا التزام رکھیں کہ جو طالب علم ان کے مدرسہ میں داخل ہونا چاہے امتحان داخلہ کا ایک جزء صحت قرآن کو بھی قرار دیں اور بغیر تجربہ صحت کے یا بعض حالات میں کم از کم تصحیح کا وعدہ تو ضرور لے لیا جائے۔ اس کے بغیر داخل نہ کریں اور وعدہ کی صورت مین جتنے سبقوں کا وہ مستحق ہے ان میں سے ایک سبق کی جگہ اس تصحیح (تجوید) کو رکھیں اور اس مرحلہ کو طے کرنے کے بعد پورے سبقوں کی اجازت دیں۔

نیز جن مدارس میں گنجائش ہے ان کو تجوید کا ایک مدرس مدرسہ میں بڑھانا ضروری ہے اس طریقہ سے یہ فن عام ہوسکتا ہے۔

اسی طرح مشائخ کو چاہئے کہ اپنے مریدوں کو خصوصاً خلفاء کو صحت قرآن پر مجبور کریں۔[2]

اس وقت جو لوگ قرآن شریف پڑھنے کی طرف توجہ کرتے ہیں وہ بھی تصحیح کی طرف توجہ نہیں کرتے بلکہ اکثر علماء کو بھی اس کا خیال نہیں حالانکہ اس پر توجہ نہ کرنے سے بڑے غلطیاں ہوجاتی ہیں مگر خدا کا شکر ہے کہ اب چند روز سے علماء نے اس پر توجہ کی ہے مدارس میں قرّاء مدرس رکھے ہیں۔ لیکن ضرورت اس کی ہے کہ سب ادھر متوجہ ہوں۔[3]

تجوید و قراءت کی طرف سے اہل علم کی کوتاہی

نہایت افسوس سے کہا جاتا ہے کہ اس کوتاہی میں اہل علم کا نمبر غیر اہل علم سے بڑھا

---

[1] الفاظ القرآن ص ۸۸۔ [2] اصلاح انقلاب ص: ۴۲۔ [3] دعوات عبدیت ۶/۱۱۰-۱۱۲۔

ہوا ہے حتی کہ ایک صاحب سورہ ناس میں من الجنۃ والناس کو اس طرح پڑھتے تھے من الجنات والنس اس وقت اگر پچاس مولویوں کو جمع کر کے قرآن سنا جائے تو بمشکل دو آدمی صحیح قرآن پڑھنے والے نکلیں گے۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ طلبہ منطق پڑھتے ہیں فلسفہ پڑھتے ہیں اور ام العلوم قرآن کو نہیں پڑھتے۔

پھر غضب یہ ہے کہ ایسے لوگ امام ہو جاتے ہیں اس وقت اس غلطی کا اثر دوسروں تک دو طریقے سے پہنچتا ہے ایک یہ کہ اگر کوئی مقتدی صحیح خواں (یعنی صحیح پڑھنے والا) ہوا تو ان کی نماز ان امام صاحب کے پیچھے نہیں ہوتی اور چونکہ غلط پڑھنے والے کا حکم صحیح پڑھنے والے کی نسبت امی کا سا ہے بہ نسبت قاری کے، اس لیے اس خاص صورت میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ نہ امام کی نماز ہوتی ہے نہ مقتدیوں کی پس کتنی بڑی تباہی کی بات ہے۔

دوسرے اس طور سے کہ یہ امام اگر زمرہ اہل علم (یعنی اہل علم کی جماعت سے) ہوئے تو علماء کی عوام میں سخت بے وقعتی ہوتی ہے جس کا اثر ایک گونہ علماء کے متبعین تک بھی سرایت کر سکتا ہے۔

اس میں دنیاوی خرابی یہ ہے کہ بعض اغلاط پر عوام بھی مطلع ہو جاتے ہیں اور علماء کی بے قدری کرتے ہیں [1]

تجوید کا وجوب اور فرضیت

ہر چند کہ تجوید کے متعلق کلام طویل اور مقتضی تفصیل ہے مگر اتنی قدر میں کسی کو کلام نہیں کہ جس قسم کی غلطیوں کا ذکر اوپر ہوا ہے (یعنی مخارج وصفات کی غلطی) ان کی تصحیح واجب علی العین ہے جب تک کہ عدم قدرت وعدم مساعدت لسان (یعنی زبان کے نہ چلنے

[1] اصلاح انقلاب ص:۱۴۱، دعوات عبدیت علماء دین کی ضرورت ۱۱۳/۶۔

کی مجبوری) متیقن نہ ہوجائے جس کی موٹی دلیل یہ ہے کہ اس قدر تصحیح کے بغیر قرآن کی عربیت باقی نہیں رہتی اور عربیت بدلالت خصوص لوازم قرآن سے ہے پس اس کے نہ رہنے سے قرآن نہ رہے گا جب لفظ عربیت سے نکل گیا تو قرآن ہی نہ رہا۔ پس اس کی ضرورت میں کیسے اشتباہ ہوسکتا ہے۔

میں تو کہتا ہوں کہ تجوید کا سیکھنا فرض ہے کیونکہ قرآن عربی زبان میں ہے جس کا عربی میں پڑھنا فرض ہے اور عربیت کے موافق صحیح تلفظ بغیر تجوید کے نہیں آسکتا تو تجوید کا سیکھنا فرض ہوا[1]

تجوید وقراءت کے شعبے اوران کا شرعی حکم

اس علم کے تین شعبے ہیں:

(۱) تصحیح حروف بقدر امکان۔

(۲) رعایت وقوف (وقف کی رعایت کرنا) بایں معنی کہ جہاں وقف کرنے سے معنی میں فساد واختلال ہو وہاں وقف نہ کرے اور اضطرار میں عفو ہے لیکن ایک دوکلمہ کا اعادہ کرلینا احوط ہے یہ دونوں امر تو واجب علی العین ہیں اور جس شخص کو کوشش کے باوجود حاصل ہونے سے مایوسی ہوجائے وہ معذور ہے۔

(۳) ایک شعبہ ادغام، تفخیم واظہار واخفاء وغیرہا کی رعایت کا ہے یہ مستحب ہے۔

(۴) اور ایک شعبہ اختلاف قراءت کا ہے یہ مجموعہ (پوری) امت پر واجب علی الکفایہ ہے اگر بعض لوگ جاننے والے موجود ہوں یا بعض لوگ ایک قراءت کے حافظ ہوں بعض لوگ دوسری قراءت کے۔ تو یہ واجب سب کے ذمہ سے ادا ہوجاتا ہے **یظهر هذا كله من المراجعة الى كتب الفقه والقرأة والله اعلم**[2]

---

[1] اصلاح انقلاب ص:۱۴۱، التبلیغ ۱۰/۶۴-۶۶۔ [2] امداد الفتاویٰ ۱/۳۰۵۔

اورقراءات متواترہ جن کے تواتر پراجماع واتفاق ہے سات ہیں اورسات ائمہ سے منقول ہیں اور ہرایک امام کے دودوراوی مشہور ہیں۔

تین علم اس فن کی تکمیل ہیں۔(۱)علم اوقاف (۲)علم قراءات (۳)علم رسم الخط [1]

فن رسم الخط

حضرات سلف صالحین نے تو قرآن کے نقوش اور رسم الخط کی بھی یہاں تک حفاظت کی ہے کہ قرآن کے رسم الخط میں مستقل رسائل تصنیف کئے ہیں اوراس کوایک علحدہ فن قراردیاہے اوراس میں تغیروتبدل کوناجائزفرمایاہے۔

آج کل تو قدیم یادگار کی اس قدر حفاظت کی جاتی ہے کہ اس کے تغیر کے بعد بھی اس کافوٹولیاجاتاہے تو خدانخواستہ اگرقدیم رسم الخط متغیر بھی ہوتا جب بھی قدیم یادگار ہونے کی وجہ سے اس کی حفاظت ضروری تھی۔ چہ جائے کہ وہ بالکل محفوظ اور صحیح ہے بلکہ اس میں نکات ہیں چنانچہ ایک جگہ بِقَادِرٍ میں الف نہیں لکھا گیا وہاں دوسری قراءت بقدر ہے۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس جگہ بقادر میں الف نہیں لکھا تھا تاکہ دوسری قراءت پر رسم خط دلالت کرے۔اسی طرح سورہ فاتحہ میں مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن میں الف نہیں لکھا کیونکہ ایک قراءت میں مَلِکِ ہے پس قرآن کے رسم الخط میں اس کا بے حد لحاظ کیا گیا ہے تاکہ سب قرأتوں کو جامع رہے اسی لیے اس کا بدلنا حرام ہے۔[2]

تجوید کی تعریف اور مخارج وصفات کا مطلب

تجوید کہتے ہیں کہ ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا اور اس کی صفات کوادا کرنا اور جن موقعوں سے حروف ادا ہوتے ہیں ان کو مخارج کہتے ہیں اور مخارج سترہ ہیں۔

---

[1] تنشیط الطبع ص۲، جمال القرآن:۲۷۔ [2] الفاظ القرآن، التبلیغ ص:۶۰-۵۹

اور جن کیفیتوں سے حروف ادا ہوتے ہیں ان کیفیتوں کو صفات کہتے ہیں اور وہ دو طرح کے ہیں ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حروف ہی نہ رہے ایسی صفت کو صفت ذاتیہ اور لازمہ کہتے ہیں۔

اور ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو حرف تو وہی رہے مگر اس کا حسن وزینت نہ رہے اور ایسی صفت کو صفت محسنہ اور عارضہ کہتے ہیں۔

مخارج کی ضرورت

میں دلیل سے اس کو ثابت کرتا ہوں۔ سب کو معلوم ہے کہ عربی، فارسی، اردو جدا جدا زبانیں ہیں اور ہر ایک کے خواص الگ الگ ہیں پس جس طرح کسی لفظ کے فارسی یا اردو ہونے کے لیے تلفظ کی صحت شرط ہے۔ اسی طرح لفظ کے عربی ہونے کے لیے بھی تلفظ کا صحیح ہونا شرط ہے۔

مثلاً ایک کپڑے کو آپ گاڑھا کہتے ہیں اس میں ڑے کا ہونا اور ہائے مخفی کا ہونا ضروری ہے اگر کوئی شخص اس کے بجائے گارا کہے تو آپ اس کو غلط کہیں گے کیونکہ گارا تو مٹی کا ہوتا ہے۔ کپڑے کی کوئی قسم گارا نہیں اسی طرح سمجھئے کہ عربی میں جو لفظ ثاء سے مرکب ہے وہاں سین یا صاد پڑھ دینے سے یا حاء کی جگہ ہاء پڑھ دینے سے تلفظ غلط ہو جائے گا اور معنی بدل جائیں گے اس سے تو صحت الفاظ کی ضرورت معلوم ہوئی۔

صفات کی ضرورت

اب صفات کی بابت میں کہتا ہوں کہ ہر زبان کی صحت اس کے خاص طرز ادا پر موقوف ہے۔ مثلاً اردو میں ایک لفظ پنکھا ہے جس میں نون کو اخفا کے ساتھ بولا جاتا ہے، نون کے بعد کاف ہے اور نون ساکن ہے لیکن نون کو اس کے مخرج سے نہیں بولتے بلکہ اس

کو خیشوم سے نکالا جاتا ہے اس کو سب جانتے ہیں اس کو اصطلاح میں اخفا کہتے ہیں۔ یہ اظہار اور ادغام کے بین بین (درمیان) ہوتا ہے اسی طرح رنگ، سنگ، جنگ، جو فارسی کے الفاظ ہیں ان کو ظاہر کر کے نہیں پڑھا جاتا۔

اب اگر کوئی شخص پنکھا کو نون کے اظہار کے ساتھ پن کھا کہے یا رنگ کو رن گ کہے تو یقیناً لفظ غلط ہو جائے گا اور آپ کہیں گے کہ یہ اردو فارسی نہیں رہی بلکہ مہمل لفظ ہو گیا۔ اسی طرح لفظ کھنبا، دنبہ میں اقلاب ہے اگر یہ نہ ہو تو یقیناً لفظ غلط ہو جائے گا۔

لیکن اس کہنے سے آپ بندھ گئے اس طرح کہ جب اس لفظ میں اظہار نون کی وجہ سے آپ نے اس کا غلط ہونا اور اردو زبان سے نکل جانا مان لیا تو جن لفظوں میں عربی زبان میں اخفاء ہے وہاں بھی ماننا پڑے گا، کہ اظہار نون سے وہ لفظ عربی نہیں رہتا۔ تو جیسے پنکھا اظہار کی وجہ سے اردو نہ رہے گا اسی طرح لفظ عربی بھی اخفا کی جگہ اظہار کرنے سے عربی نہ رہے گا۔ اور خدا تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ قرآناً عربیاً تو جب قرآن عربی ہے اور تجوید کے خلاف کرنے سے عربی نہ رہے گا تو (گویا) عربی میں نہ پڑھا کتنی موٹی بات ہے مگر اس کو کوئی نہیں سمجھتا...... کیا اب بھی تجوید کی ضرورت میں کسی کو کلام ہو سکتا ہے۔

عاقل کے لیے یہ تقریر بالکل کافی ہے میں نے علماء قراءت کے اقوال اس لیے نقل نہیں کئے کہ لوگ ان کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ایک مثال دیدی ہے جس کو سب مانتے ہیں اور یہ ایک مثال نمونہ کے طور پر بتلا دی۔ اسی طرح (تجوید) کے بہت سے قاعدے ہیں لیکن اس کے سیکھنے کی طرف توجہ نہیں کی جاتی جو کام تلفظ کا ہے اس کو کتابت سے کیسے ادا کیا جا سکتا ہے؟ جو امور مدرک بالسمع ہیں (سننے سے تعلق رکھتے ہیں) وہ کتابت میں کس طرح آ جائیں گے۔

فن دانی کافی نہیں سیکھنے اور مشق کرنے کی ضرورت ہے

افسوس ہے کہ اس وقت اس امر کی طرف ایسی بے توجہی ہے کہ ہم لوگ اس کو بالکل

ضروری نہیں سمجھتے، اکثر لوگ پوری درسیات ختم کر جاتے ہیں لیکن ان کو قرآن پڑھنے کا سلیقہ نہیں ہوتا۔

سمجھتے ہیں کہ صرف کی کتابوں میں حروف کے صفات اور مخارج پڑھ لئے ہیں اس سے زیادہ اور کیا کیا جائے حالانکہ یہ خیال غلط ہے۔

قرآن کا پڑھنا اس وقت تک نہیں آتا جب تک کہ خاص (طور سے) کسی (استاد) سے اس کو سیکھا نہ جائے۔ نری درسیات سے کچھ نہیں ہوتا۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا کی محبت اور اس کا خوف دل سے جاتا رہا اگر آج یہ اشتہار دیدیا جائے کہ جو شخص مخارج حروف صحیح کر کے سنادے اس کو فی حرف پانچ روپئے ملیں گے تو آج ہی شہر کے شہر قراءت شروع کر دیں اور کچھ نہ کچھ تصحیح کر کے انعام لینے کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ لیکن افسوس کہ خدا کی رضا کے لیے امنگ نہیں پیدا ہوتی۔[1]

اگر صحیح قرآن پڑھانے والا نہ ملے تو کیا کریں

اگر (قرآن شریف صحیح پڑھانے والا) قاری میسر نہ ہو تو قرآن کو اول بلا قراءت (وتجوید) ہی کے پڑھ لو پھر جب کوئی قاری مل جائے اس سے حروف بھی صحیح کر لو۔

اس پر بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ بوڑھے طوطے اب کیا پڑھیں گے میں کہتا ہوں کہ اگر آج ہی سرکار کی طرف سے اعلان ہو جائے کہ جو شخص قانون کی کتاب یاد کر لے گا اسے سو روپئے یا ہزار روپئے کا انعام ملے گا۔ تو یہ سب بوڑھے طوطے آج ہی پوتے بن جائیں گے اور قانون یاد کرنے لگیں گے۔ مگر افسوس کہ خدا کے یہاں کے انعام وثواب کی قدر نہیں حالانکہ کوشش کے بعد ناکامی کی صورت میں خدا کے یہاں زیادہ ثواب ملتا ہے۔[2]

---

[1] فضائل صوم وصلوۃ ص:۳۷۶۔

[2] الفاظ القرآن۔

محنت کوشش کے بعد بھی اگر تجوید نہ آئے اور قرآن صحیح نہ پڑھ سکو تو تمہارا کوئی نقصان نہیں تم کامیاب ہو

دنیا میں تو ناکامی کے بعد کچھ بھی نہیں ملتا، اگر کوئی شخص سرکاری تعلیم حاصل کرے اور امتحان میں اس کو ناکامی ہو جائے تو اس کی ساری محنت بیکار جاتی ہے مگر خدا کے یہاں یہ قاعدہ ہے کہ جو شخص کوشش میں لگ جائے وہ کامیاب ہی ہوتا ہے خواہ ظاہر میں کوشش کا نتیجہ حاصل ہو یا نہ ہو، مثلاً آپ تصحیح قرآن کے اسباب اختیار کرلیں اور کسی قاری سے حروف کی مشق شروع کریں اگر حروف صحیح ہو گئے تو کامیابی ظاہر ہے اور اگر صحیح بھی نہ ہوئے اور قاری نے کہہ دیا کہ تم سے اس کی امید نہیں تمہاری زبان درست نہ ہوگی تو اس وقت آپ ظاہر میں ناکام ہیں مگر خدا کے یہاں کامیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو وہی ثواب دیں گے جو صحیح پڑھنے والوں کو دیا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھنے میں ماہر ہے وہ تو ملائکہ کے ساتھ ہے اور جو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور قرآن کا پڑھنا اس کو دشوار ہے اس کے لیے دہرا ثواب ہے کیونکہ یہ قراءت بھی کررہا ہے اور مجاہدہ بھی کررہا ہے تو اس کو قراءت کا ثواب الگ ملے گا اور مشقت و مجاہدہ کا ثواب الگ۔ سبحان اللہ! کیسی قدرداں سرکار ہے مگر لینے والا بھی کوئی ہو۔[1]

(خلاصہ یہ ہے کہ) اگر کسی کو تصحیح قرآن کی امید نہ ہو تو وہ اپنی تھوڑی سی کوشش کرلے اس کے بعد وہ ناکام نہ ہوگا، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو صحیح پڑھنے والوں کے برابر بلکہ ان سے زیادہ ثواب دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی عجیب سرکار ہے کہ یہاں کوئی کوشش کرنے والا ناکام نہیں ہوتا کیونکہ

---

[1] الفاظ القرآن ملحقہ تبلیغ ص:۸۹-۸۱۔

اللہ تعالیٰ بندوں کی طلب کو دیکھتے ہیں چاہے واصل الی المطلوب ہو یا نہ ہو (یعنی مقصود تک پہنچ سکے یا نہ) پس کسی کو تلاوت قرآن اور تصحیح حروف میں بہانہ کرنے کا کوئی موقع نہیں)۔[1]

عادت بگڑ جانے کی وجہ سے جو قرآن شریف ٹھہر ٹھہر کر تجوید سے نہ پڑھ سکتا ہو وہ کیا کرے

سوال: اس بندہ گنہگار نے قرآن مجید جوانی کی عمر میں یاد کیا ہے جس سے زبان اچھی طرح ٹوٹتی نہیں ہے اور جلدی جلدی پڑھنے کی ایسی عادت ہوگئی ہے کہ حروف زبان سے بخوبی (اچھی طرح) نہیں نکلتے ہیں۔ اگر ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ہوں تو ازبر نہیں پڑھ سکتا ہوں۔ بہت نادم اور پریشان ہوں کیا کروں اختیار میں نہیں ہے کہ قرآن شریف ٹھہر ٹھہر کر ازبر پڑھ سکوں۔ اور میری عمر اس وقت پچھتر (۷۵) برس کی ہے بہت ڈرتا ہوں لہٰذا حضور والا سے درخواست ہے کہ پڑھنے کی کوئی ترکیب اور ایسا طریقہ فرمادیجئے جس سے قرآن شریف ٹھہر ٹھہر کر پڑھ سکوں اور الفاظ زبان سے بخوبی ادا ہوں۔

الجواب: معمول تو حسب عادت پڑھتے رہئے کیونکہ اس قدر جلد تغیر (اصلاح) مشکل ہے اور تغیر (اصلاح نہ ہونے) تک ناغہ کرنا مناسب نہیں البتہ روزانہ ایک پارہ یا کم خوب ٹھہر ٹھہر کر بھی پڑھئے۔ اگر ازبر نہ پڑھا جائے تو قرآن پاس رکھ لیا، ازبر شروع کیا اور جہاں شبہ ہو دیکھ لیا امید ہے کہ چند روز میں اصلاح ہو جائے گی۔[2]

---

[1] الفاظ القرآن ملحقہ التبلیغ ص:۱۱۰۔ [2] تربیت السالک ۱/۴۸۹۔

غلط قرآن پڑھنے سے جس سے کفر لازم آتا ہو آدمی کافر ہوگا یا نہیں؟

سوال: بعض قراء لکھتے ہیں کہ تمام کلام اللہ میں چند مقام ایسے ہیں کہ زبر، زیر، پیش کے بدلنے سے کافر ہوجاتا ہے اوراس کے کفر میں علماء کا اتفاق ہے تو کفر ہونا بر تقدیر قصداً دانستہ پڑھنے کے ہے یا سہواً اور عدم علمیت کی تقدیر پر بھی، علی ہذا کلمات کفر کے متعلق بھی سوال ہے اور نیز وقف لازم کے متعلق قراء لکھتے ہیں کہ بعض مقام میں بوجہ عدم وقف کے خوفِ کفر ہے یہ کفر تغلیظاً ہے جیسے من ترک الصلوٰۃ الخ میں اور کفر کے معنی کیا ہیں، اور بر تقدیر کفر ہونے کے تجدید نکاح وایمان ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حقیقت کفر متعلق اعتقاد کے ہے سو جو شخص معنی نہیں سمجھتا یا قصداً نہیں کہا اس پر کفر کا حکم کیسے ہوسکتا ہے، اس لیے نہ تجدید ایمان کی ضرورت ہے نہ تجدید نکاح کی۔ بعض قراء نے جو لکھ دیا ہے بعض جگہ تو بالکل غلط کہا ہے اور بعض جگہ فساد معنی لازم آتا ہے یہ مراد ہے کہ فی نفسہ یہ کلمہ موجب فساد ہے اور مستلزم کفر کو کسی عذر سے بچ جاوے۔ فقط واللہ اعلم [1]

[1] امداد الفتاوی ۵/۳۹۸۔

باب۲

لہجہ کی حقیقت

بعض لوگ تصحیح وتجوید کو بھی ضروری سمجھتے ہیں مگر کاوش و بحث کی حدتک پہنچ جاتے ہیں صرف لہجہ کا نام قراءت سمجھ کراسی کا اہتمام کرتے ہیں۔ یا تو خودکوئی طبعی لہجہ اختراع کرتے ہیں اور یا کسی مشاق کی نقل اتارتے ہیں اور اتار چڑھاؤ اور صحتِ وزن مین اس قدر غلو کرتے ہیں کہ بعض ضروریات یا مستحباتِ قراءت فوت ہوجاتے ہیں۔یعنی حروف گھٹا پڑھا دیتے ہیں یا غنہ یا مد حذف کردیتے ہیں تاکہ وزن ٹھیک رہے اس کی نسبت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:اِقْرَاؤا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا وَاِيَّاكُم وَلُحُوْنَ اَهْلِ العِشْقِ وَالكِتَابِيِّيْنَ (تم قرآن شریف کوعربوں کے طریقے اوران کے لہجے میں پڑھو، عاشقوں اوراہل کتاب کے طریقوں سے بچو) ۔[۱]

تجوید میں غلو

صرف حروف کوصحیح کرلینا چاہئے لہجہ کی ضرورت نہیں ہے آج کل لوگ اس کی کوشش کرتے ہیں کہ انگریزوں کالب ولہجہ آجائے۔حدیث شریف میں ہےاِقْرَاؤا فَكُلٌّ حَسَنٌ حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاعنقریب ایک قوم پیدا ہوگی جوقرآن اینٹھ مروڑ کر پڑھے گی۔مگرقرآن ان کے حلق کے نیچے بھی نہ اترے گاحروف کی تصحیح تو ضروری ہے باقی غلو ہے صحابہ میں عربی عجمی سبھی تھے۔

---

[۱] مشکوۃ شریف ۱۹۱/۱،اصلاح انقلاب ص:۴۴۔

[۲] حسن العزیز ص:۲۴۷ جلد۱،دعوات عبدیت ص:۱۱۲ جلد۶۔

مصری لہجہ میں قرآن پاک پڑھنا

بعض لوگوں نے اپنا یہ شبہ بیان کیا کہ مصری لوگ قرآن شریف کو لحن اور تغنّی (گانے) کے ساتھ پڑھتے ہیں اور یہ ممنوع ہے تو مصری لہجے میں قرآن شریف بھی ممنوع ہوگا۔

فرمایا تغنی کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ قواعد موسیقی پر منطبق کرنے کا قصد کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ مقصد تو صرف حروف اور تحسین صوت ہی ہو مگر وہ اتفاقاً کسی قاعدہ موسیقی پر منطبق ہو جائے۔ پہلی صورت مذموم ہے اور دوسری صورت محمود ہے اور اس پر کسی قسم کا اعتراض کرنا صحیح نہیں دیکھو قرآن مجید اور حدیث شریف میں بعض جملے ایسے ہیں کہ ان میں مصراعیت کی شان موجود ہے اور بعض بالکل موزوں ہیں لیکن وہ چونکہ بلا قصد ہیں اس لیے اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ یہ مَا عَلَّمْنَاهُ الشِعْرَ کے خلاف ہیں پس جس طرح شعر وہ ہے جس میں وزن کا قصد ہو، نہ کہ وہ جس میں اتفاق سے وزن ہو جائے اس طرح تغنی میں بھی تفصیل ہے۔[1]

سب سے بہتر اور پسندیدہ لہجہ

قاری عبد اللہ مکی کا پڑھنا بھی مجھ کو بے حد پسند تھا کیونکہ بے تکلف پڑھتے تھے وہ میرے استاذ بھی ہیں، ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا کہ قرآن شریف میں کسی لہجہ کا قصد نہ رکھنا چاہئے، مخارج وصفات کی رعایت کرنا چاہئے اس سے جو (بھی) لہجہ پیدا ہوگا وہ حسین ہوگا قصداً پھیکا نہ پڑھے۔ ادائے مخارج وصفات کے ساتھ جو لہجہ بنتا چلا جائے پڑھتا جائے، کوئی خاص قصد اپنی طرف سے نہ کرے۔

اور فرمایا کہ دماغ میں بہت سے لہجے مرتسم ہو کر مجتمع ہو جاتے ہیں اس لیے مناسب

---

[1] دعوات عبدیت ص:۱۳۱ جلد ۱۴۔

ہے کہ جب قرآن شریف پڑھنے کا ارادہ کرے تو پہلے خلوت میں بیٹھ کر دماغ کو خالی کر لے۔[1]

عربی لہجہ کی ضرورت

مجھے بعض پڑھے لکھوں پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ قراءت میں لہجہ کے مخالف ہیں اور اس کو فضول اور لایعنی بتلاتے ہیں۔ حالانکہ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہر زبان کا ایک خاص لب و لہجہ ہوتا ہے۔ فارسی کا لہجہ الگ ہے۔ انگریزی کا جدا، بنگلہ کا جدا، اردو کا علیحدہ ہر زبان مین لہجہ کی قدر ہے۔ پھر حیرت ہے کہ عربی میں لہجہ کی قدر نہ ہو اور یہاں اس کو فضول قرار دیدیا جائے یہ سب باتیں قلت محبت سے ناشی ہیں اگر محبت ہوتی تو قرآن کے اندر بھی عربی لب ولہجہ کی عظمت ہوتی اور اس کی کوشش کی جاتی کہ قرآن کو اس طرح پڑھیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تصحیح الفاظ کے بعد اگر عربی لہجہ بھی حاصل کرلیا جائے تو نور علی نور ہے۔ چنانچہ آج کل انگریزی میں بڑا قابل وہ شمار ہوتا ہے جس کا لہجہ بھی انگریزوں سے ملتا جلتا ہو اور انگریزی لب ولہجہ حاصل کرنے کی بڑی کوشش کی جاتی ہے، اور یہ صرف حسن کلام اور زیادہ حمد وثنا کے لیے اس میں کوشش کی جاتی ہے پھر دین میں اس کو فضول اور بیکار کیوں کہا جاتا ہے؟

عربی لہجہ کا مطلب

اور عربی لہجہ سے تکلف وتغنی کا لہجہ مراد نہیں ہے، بلکہ بے تکلف لہجہ جس میں صفات ومخارج کی پوری رعایت ہو گو بلا قصد طبیعت کی موزونیت سے کسی لحن غنا پر منطبق بھی ہوجائے۔

[1] ملحوظات جدید ملفوظات ص:۱۲۱۔

سادہ پڑھنے کا مطلب

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں قرآن مجید خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے کے متعلق فرمایا کہ گانا اور چیز ہے۔ خوش الحانی اور مزین ہونا اور چیز ہے۔ سب کے درجات اور احکام جدا جدا ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ سادے قرآن شریف پڑھنے میں جو حسن اور دلربائی ہوتی ہے بنا کر پڑھنے سے وہ بات نہیں ہوتی اور اس کے یہ معنی نہیں کہ سادہ بنانے کی کوشش کی جائے ہاں ترک تکلف کی کوشش کی جائے پھر چاہے وہ سادہ ہوجائے یا مزین ہوجائے۔

مزین کر کے پڑھنا گانے میں داخل نہیں

اور اگر مزین پڑھنے کو گانا کہا جائے جیسا کہ بعض خشک مزاجوں کا خیال ہے تو معترض صاحب بھی گانے سے خالی نہیں۔ جس کا ایک معیار عرض کرتا ہوں اس سے اندازہ ہوجائے گا وہ یہ کہ جو شخص اس کا مدعی ہو کہ میں سادہ قرآن پڑھنے والا ہوں اس کو شافیہ کافیہ دی جائے تا کہ وہ اس کو پڑھے اس کے پڑھنے کا ایک لہجہ ہوگا پھر اس سے قرآن شریف پڑھوایئے۔ اب شافیہ کافیہ کے لہجہ اور قرآن شریف کے لہجہ میں جتنا فرق ہوگا وہی گانا ہے اور اس سے کوئی بھی نہیں بچ سکتا۔ قرآن شریف کے پڑھنے میں ایک خاص ممتاز شان ہوتی ہے۔[1]

قاری عبدالرحمٰنؒ صاحب کا ارشاد

قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قرآن کی تلاوت میں صرف قواعد و تجوید اور صفات ہی کی رعایت کر کے پڑھے کسی خاص لہجہ کو اختیار نہ کرے تو کبھی اچھا نہیں پڑھے گا۔[2]

---

[1] الافاضات الیومیہ قسط۳-جلد۳۹۹/۸۔ [2] مجالس حکیم الامت ص:۶۹۔

خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت اور شرعی دلیل

بعض لوگ خوش لہجگی کے ایسے مخالف ہیں کہ کسی کو ذرا تحسین صوت کرتا دیکھتے ہیں تو اس پر گانے کا طعن کرتے ہیں اور یہ تجوید میں افراط ہے یہ بھی نصوص کے خلاف ہے، زَيِّنُوْا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ (قرآن شریف کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کرو) اور حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عرض کرنے کہ: لَوْ عَلِمْتُ اَنَّکَ تَسْتَمِعُ الخ اگر میں جانتا کہ آپ میری قرأت سن رہے ہیں تو میں آپ کی خاطر اور زیادہ سنوار کر پڑھتا یہ حدیث قصداً تحسین صوت کی مشروعیت و مطلوبیت میں نص صریح ہے۔ یہ ہے وہ تغنی جس کا امر چند حدیثوں میں مروی ہے حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ کا قرآن سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَقَدْ اُوْتِيْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ دَاوٗدَ یعنی خدا تعالیٰ نے داود علیہ السلام کی خوش الحانی سے تم کو حصہ عطا کیا ہے۔[1]

خوش آوازی سے پڑھنے کی دو صورتیں

فرمایا سنوار کر پڑھنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس نیت سے سنوار کر پڑھے کہ لوگ ہماری تعریف کریں گے۔ ہم قاری مشہور ہوں گے۔ یہ تو واقعی ریا ہے اور ایک یہ کہ (ہمارے پڑھنے سے) ایک مسلمان کا جی خوش ہوگا اور تطییب قلب مسلم (مسلمان کا جی خوش کرنا) بھی مطلوب ہے یہ یقینی عبادت ہے۔ چنانچہ ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ نے جب فرمایا کہ اگر مجھے یہ خبر ہوتی کہ آپ میرا قرآن سن رہے ہیں تو میں اور زیادہ سنوار کر پڑھتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول پر مطلق نکیر نہیں فرمائی۔[2]

---

[1] اصلاح انقلاب ص: ۴۵، ملفوظات اشرفیہ ص ۴۰۔

[2] ملفوظات اشرفیہ ص: ۳۳۷، حسن العزیز: ۲/ ۴۰۵۔

حسن صوت اور گانے کا فرق

حسن صوت اور گانے میں فرق ظاہر ہے کہ یعنی گانے میں تو لہجہ مقصود اور دوسرے قواعد تابع ہوتے ہیں۔ اگر لہجہ کے بنانے میں قواعد رہ جائیں تو پرواہ نہیں کی جاتی اور تحسین صوت میں قواعد مقصود اور حسن صوت تابع ہے۔ یعنی اگر قواعد کو محفوظ رکھ کر خوش آوازی ہو سکے تو اس کی رعایت کی جاتی ہے ورنہ اس کی پرواہ نہیں کی جاتی۔

اور بغیر قصد کے اگر کسی شخص کی قرأت کا کوئی جزء کسی قاعدہ موسیقی پر بھی طبیعت کے تناسب اور موزونیت کی وجہ سے منطبق ہو جائے تب بھی وہ گانے میں داخل نہیں جیسا کہ خود قرآن مجید میں جابجا شعریت کی نفی کی گئی ہے مگر بعض عبارات یقیناً اوزان شعر پر منطبق ہیں جیسے ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ تَقْتُلُوْنَ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات پر منطبق ہے مگر اس انطباق کے باوجود ہرگز اس کے پڑھنے والے کو شعر کا پڑھنے والا نہ کہیں گے البتہ اگر بقصد تطبیق پڑھے گا تو شعر پڑھنے والا کہا جائے گا۔ بس یہی حالت لہجہ کی بالقصد تطبیق کے ہے۔[1]

تغنّی ممنوع کی تعریف

خواجہ صاحب کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ تغنی (گانا) وہ ہے جو قواعد موسیقی کے موافق قصداً ہو کالتغنی (گانے کے مثل) کو منع نہیں کیا گیا قرآن مجید اچھی آواز سے پڑھنا گانا نہیں ہے۔[2]

خوش آوازی سے پڑھنے کی تعریف

فرمایا کہ قرآن مجید خوش آوازی سے پڑھنے کی تعریف سلف سے یہ منقول ہے کہ

---

[1] اصلاح انقلاب ص: ۱۴۵۔ [2] ملفوظات اشرفیہ ص: ۳۳۷، حسن العزیز ۲/ ۴۰۵۔

جب تم اس کو پڑھتے ہوئے سنو تو یہ معلوم ہو کہ خدا سے ڈر رہا ہے۔[1]

حضرت تھانوی کی قرآت کا انداز

فرمایا ایک مرتبہ مجھے پانی پت میں امام بنایا گیا میں نے بہت عذر کیا کہ یہاں اہل کمال موجود ہیں مگر نہیں مانے میں بے تکلف پڑھتا چلا گیا نہ قصداً بگاڑا نہ بنایا صرف مخارج کو ادا کیا مجھے اعتراض کا شبہ تھا مگر بعد میں تعریف کی کہ ہمارا گمان غلط تھا بہت اچھا اور سادہ لہجہ ہے۔

ایک دفعہ کانپور میں مولوی فخر الحسن صاحب کی موجودگی میں ایک امام نے نماز پڑھائی ایک مہمان پانی پت کے لہجہ کے موجود تھے، انہوں نے کہا کہ یہ تو گاتے ہیں۔ مولانا نے جواب میں خوب فرمایا کہ کیا تم گانا جانتے ہو؟ کہا نہیں فرمایا پھر تم کو کیا معلوم کہ گانا کیسا ہوتا ہے۔[2]

غنا اور لہجہ کا فرق

فرمایا قرآن شریف کا لہجہ بھی ممتاز ہے اس میں ایک خاص موزونیت اور کیفیتِ سکر یہ ہے ورنہ اور عربی عبارت پڑھنے میں یہ بات کیوں حاصل نہیں ہوتی۔ بعض دلکش لہجہ کی نسبت بعض لوگ کہنے لگتے ہیں کہ یہ غنا ہے مگر غنا ایک عام لفظ ہے اور مطلقاً مذموم نہیں، البتہ غناء اصطلاحی مذموم ہے۔ سو وہ جب تک خاص وزن کے انطباق کے قصد سے نہ ہو متحقق نہیں ہوتا۔ اور دلکش لہجہ سے پڑھنے کے لیے اس انطباق کا قصد لازم نہیں اب مــن لم یتغن کے معنی بالکل صحیح ہیں۔[3]

مصریوں اور پانی پت والوں کا محاکمہ

ایک مرتبہ سہارنپور میں جلسہ تھا۔ اس میں عربی اور مصری لہجہ میں بھی قرآن شریف

---

[1] انفاس عیسیٰ ۲/۶۲۵۔ [2] ملحوظات جدید ملفوظات ص:۱۲۰۔ [3] ملحوظات جدید ملفوظات ص:۱۱۹۔

پڑھا گیا تھااس کے بعد میرا وعظ ہوا، اس میں میں نے کہا تھا کہ پانی پت والے جو عموماً مصری لہجہ پڑھنے والوں کو کہتے ہیں کہ یہ لوگ گاتے ہیں سو اس کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن شریف کے شعر ہونے کی نفی خود قرآن شریف میں موجود ہے: **وما هو بقول شاعر** مگر اس کے باوجود اس کی بعض آیات اوزان اشعار پر منطبق ہوگئی ہیں تو جس طرح مطلق انطباق علی الوزن الخاص سے یہ شعر نہیں ہوتا جب تک کہ خاص اوزان پر قصداً وزن نہ کیا جائے، اسی طرح یہاں بھی اگر کوئی تطبیق کا قصد کرے تو غنا ہوگا اور اگر قصد نہ کرے مگر خود انطباق ہو جائے تو وہ غنا نہیں ہوگا نہ کھینچ تان کر انطباق علی الوزن الخاص کرے اور نہ قصداً پھیکا پڑھے ادائے مخارج و صفات کے ساتھ جو لہجہ بنتا چلا جائے پڑھتا جائے۔ کوئی خاص قصد اپنی طرف سے نہ کرے وعظ کے اس بیان کی بابت پانی پت کے قراء سے لوگوں نے پوچھا تو سب نے کہا بڑا ضروری اور صحیح بیان تھا۔ ہمارے ذہن میں یہ بات نہیں آئی۔[1]

کان پر ہاتھ رکھ کر پڑھنے کا فائدہ

بعض قراء کو دیکھا ہے کہ کان پر ہاتھ رکھ کر پڑھتے ہیں۔ تا کہ باہر کسی کی آواز سے مزاحمت نہ ہو۔ نیز کان پر ہاتھ رکھ کر پڑھنے سے آواز مجتمع ہو جاتی ہے اسی حکمت کے لیے اذان کان میں انگلی رکھ کر پڑھی جاتی ہے۔ اس اجتماع سے آواز میں قوت پیدا ہو کر بلند بھی ہو جاتی ہے۔

[1] ملحوظات جدید، ملفوظات ص:۱۲۰۔ [2] ملحوظات جدید ملفوظات:۱۲۰۔

باب۳

خلاصة التجوید

تجوید یعنی قرآن شریف کو اچھی طرح سنوار[1] کر صحیح پڑھنے کا بیان

ماخوذ: از بہشتی زیور

مسئلہ: اس میں کوشش کرنا واجب ہے اس میں بے پروائی اور سستی کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔

فائدہ: اس کے قاعدے بہت سے ہیں مگر تھوڑے سے قاعدے جو بہت ضروری اور آسان ہیں لکھے جاتے ہیں:

تنبیہ: ان حرفوں میں خوب اہتمام سے فرق کرنا چاہئے اور اچھی طرح ادا کرنا چاہئے (ا – ع – ء) میں اور (ت – ط) میں اور (ث – س – ص) میں (ح – ہ) میں اور (د – ض) میں اور (ذ – ظ – ز) میں کہ (ت) پُر نہیں ہوتی ہے (ط) پُر ہوتی ہے اور (ث) نرم ہوتی ہے (س) سخت ہوتا ہے (ص) پُر ہوتا ہے اور (ض) کے نکالنے میں زبان کی کروٹ بائیں طرف کی داڑھ سے لگتی ہے۔ سامنے کے دانتوں سے اس کا پڑھنا غلط ہے اور اس کی زیادہ مشق کرنا چاہئے اور (ذ) نرم ہوتی ہے (ز) سخت ہوتی ہے (ظ) پُر ہوتی ہے۔

قاعدہ (۱): یہ حروف ہمیشہ پُر ہوتے ہیں (خ – ص – ض – ط – ظ – غ – ق)۔

قاعدہ: (۲) (ن – م) پر جب تشدید ہو غنہ سے پڑھو یعنی اسی آواز کو ذرا دیر[2] تک ناک میں نکالتے رہو۔

---

[1] بعض باتیں جو باریک تھیں وہ سمجھ میں نہ آتیں یا جو بہت ظاہر تھیں کہ خود بخود ان کے موافق پڑھتے ہیں ایسی باتیں نہیں لکھیں۔ [2] یعنی جتنی دیر میں ایک الف پڑھا جاتا ہے۔

قاعدہ (۳) جس حرف پر زبر یا زیر یا پیش ہواور اس سے آگے (الف) یا (ی) یا (و) نہ ہوتو اس کو بڑھا کر مت پڑھو جیسے اکثر لڑکیوں کو عادت پڑ جاتی ہے، اس طرح پڑھنا غلط ہے جیسے (**الحمد**) کو اس طرح پڑھنا **الحَمدُو** یا **مَالِک** کو اس طرح پڑھنا (مٰلِکِیْ) یا (اِیَّاکَ) کو اس طرح پڑھنا (اِیَّاکَا) اور جہاں (الف) یا (ی) یا (و) ہو اس کو گھٹاؤ مت، غرض کھڑے پڑے کا بہت خیال رکھو۔

قاعدہ (۴) پیش کو (واو) کی بُو دے کر پڑھو اور زیر کو (ی) کی بُو دے کر۔

قاعدہ (۵) جہاں نون پر جزم ہو اور اس نون کے بعد ان حرفوں میں سے کوئی حرف ہو، اس نون کو غنّہ سے پڑھو، وہ[1] حروف یہ ہیں (ت، ث، ج، د، ذ، ز، س، ص، ض، ط، ظ، ف، ق، ک) جیسے **اَنْتُمْ مِنْ ثَمَرَۃٍ، فَاَنْجَیْنَاکُمْ، اَنْدَادًا، اَنْذَرْتَھُمْ، اَنْزَلَ مِنْسَاتَہٗ، نَنْشُر لِمَنْ صَبَرَ، مَنْضُوْدٍ، فَاِنْ طِبْنَ، فَانْظُرْ، یُنْفِقُوْنَ، مِنْ قَبْلِکَ اِنْ کُنْتُمْ۔**

قاعدہ (٦): اسی طرح اگر کسی حرف پر دوزبر یا دوزیر یا دوپیش ہوں جس سے نون کی آواز پیدا ہوتی ہے اور اس حرف کے بعد ان پندرہ حرفوں میں سے کوئی حرف آجاوے تب بھی اس نون کی آواز پر غنہ کرو جیسے **جَنّٰتٍ تَجرِیْ، جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰی مِنْ نَفْسٍ شَیْئًا رِزْقًا قَالُوْا، رَسُوْلٌ کَرِیْمٌ**۔ اسی طرح اور مثالیں ڈھونڈلو۔

قاعدہ (۷) جہاں نون پر جزم ہو اور اس کے بعد حرف (ر) یا حرف (ل) آوے تو اس نون میں نون کی آواز بالکل نہیں رہتی، بلکہ (ر) یا (ل) میں مل جاتا ہے جیسے **مِنْ رَبِّھِمْ وَلٰکِنْ لَّایَشْعُرُوْنَ۔**

قاعدہ (۸) اسی طرح اگر کسی حرف پر دوزبر یا دوزیر یا دوپیش ہوں جس سے نون

[1] یہ حروف اخفاء کے ہیں اور اخفاء کا مطلب یہ ہے کہ اس نون کو اس حرف کے مخرج میں چھپا دیا جائے جو اس کے بعد میں ہے لیکن یہ بلا استاذ کے سیکھے نہیں آتا اس لیے جب تک استاذ نہ ملے اس میں غنہ ہی کرلیا کریں۔

کی آواز پیدا ہوتی ہے اور اس حرف کے بعد (ر) یا (ل) ہو جب بھی اس نون کی آواز نہ رہے گی (ر) یا (ل) میں مل جاوے گا، جیسے غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ، هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔

قاعدہ (۹) اگر نون پر جزم ہو اور اس کے بعد حرف (ب) ہو تو اس نون کو میم کی طرح پڑھیں گے اور اس پر غنہ بھی کریں گے جیسے اَنْبِئْهُمْ اس کو اس طرح پڑھیں گے اَمْبِئْهُمْ اسی طرح اگر کسی حرف پر دوزبر یا دوزیر یا دوپیش ہوں جس سے نون کی آواز پیدا ہوتی ہے اور اس کے بعد (ب) ہو وہاں بھی اس نون کی آواز کو میم کی طرح پڑھیں گے جیسے اَلِيْمٌ بِمَا اس کو اس طرح پڑھیں گے اَلِيْمُمْ بِمَا بعضے قرآنوں میں ایسے مواقع پر ننھی سی میم لکھ دیتے ہیں اور بعضوں میں نہیں لکھتے مگر پڑھنا سب جگہ چاہئے جہاں جہاں یہ قاعدہ پایا جاوے۔

قاعدہ (۱۰): جہاں میم پر جزم ہو اور اس کے بعد حرف (ب) ہو تو اس میم پر غنہ کرو جیسے يَعْتَصِمْ بِاللهِ۔

قاعدہ (۱۱): جس حرف پر دوزبر یا دوزیر یا دوپیش ہوں اور اس کے بعد والے حرف پر جزم ہو تو وہاں دوزبر کی جگہ ایک زبر پڑھیں گے اور وہاں جو الف لکھا ہے اس کو نہ پڑھیں گے اور ایک نون زیر والا اپنی طرف سے نکال کر اس جزم والے حرف سے ملاویں گے جیسے خَيْرًا الْوَصِيَّةُ اس کو اس طرح پڑھیں گے خَيْرَنِ الْوَصِيَّةُ اسی طرح دوزیر کی جگہ ایک زیر پڑھیں گے اور ویسا ہی نون پچھلے حرف سے ملاویں گے۔ فَخُوْرٍ الَّذِيْنَ اس کو اس طرح پڑھیں گے فَخُوْرِ نِ الَّذِيْنَ اسی طرح دوپیش کی جگہ ایک پیش پڑھیں گے اور ویسا ہی نون پچھلے حرف سے ملاویں گے جیسے نُوْحُ ابْنَهٗ اس کو اس طرح پڑھیں گے نُوْحُ نِ ابْنَهٗ۔ بعضے قرآنوں میں ننھا سا نون بیچ میں لکھ دیتے ہیں لیکن اگر کسی قرآن میں نہ لکھا ہو جب بھی پڑھنا چاہئے۔

قاعدہ (۱۲): (ر) پر اگر زبر یا پیش ہو تو پُر پڑھنا چاہئے جیسے رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اَمْرُھُمْ اوراگر(ر) کے نیچے زیر ہوتو باریک پڑھو، جیسے غَیْرِ الْمَغْضُوْب اوراگر(ر) پر جزم ہوتو اس سے پہلے والے حرف کو دیکھو، اگر اس پر زبر یا پیش ہے تو (ر) کو پُر پڑھو جیسے اَنْذَرْتَھُمْ، مُرْسَلٌ اوراگر اس سے پہلے حرف پر زیر ہوتو اس جزم والی (ر) کو باریک پڑھو جیسے لَمْ تُنْذِرْھُمْ اور کہیں کہیں یہ قاعدہ نہیں چلتا مگر وہ مواقع تمہاری سمجھ میں نہ آویں گے زیادہ جگہ یہی قاعدہ ہے تم یوں ہی پڑھا کرو۔

قاعدہ (۱۳): اللہُ اور اَللّٰھُمَّ میں جو لام ہے اس لام سے پہلے والے حرف پر اگر زبر یا پیش ہو تو لام کو پُر پڑھو، جیسے: خَتَمَ اللہُ فَزَادَھُمُ اللہُ، وَاِذْ قَالُوْا اَللّٰھُمَّ، اوراگر پہلے والے حرف پر زیر ہو تو اس لام کو باریک پڑھو جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

قاعدہ :(۱۴): جہاں گول (ۃ) لکھی ہو چاہے الگ ہو اس طرح (ۃ) چاہے ملی ہوئی ہو اس طرح (بۃ) اور اس پر ٹھہرنا ہو، تو اس (ـــــۃ) کو (ہ) کی طرح پڑھیں گے جیسے قَسْوَۃً اس کو اس طرح پڑھیں گے قسوَہْ، اسی طرح اٰتُوْ الزَّکٰوۃ اور طَیِّبَۃً میں بھی (ہ) پڑھیں گے۔

قاعدہ (۱۵): جس حرف پر دو زبر ہوں اور اس پر ٹھہرنا ہو تو اس حرف سے آگے الف پڑھیں گے جیسے نِدَاءً کو اس طرح پڑھیں گے نِدَاء ا۔

قاعدہ (۱۶): جس جگہ قرآن میں ایسی نشانی لکھی ہوئی ہو (~) وہاں ذرا بڑھا دو جیسے وَلاَ الضَّآلِّیْنَ یہاں الف کو اور الفوں سے بڑھا کر پڑھو، اور جیسے قَالُوْٓا اٰمَنُوْٓا یہاں واؤ کو اور جگہوں کے واؤ سے بڑھا دو۔ اور جیسے فِیْٓ اٰذَانِھِمْ اس میں (ی) کو دوسری جگہ کی (ی) سے بڑھا دو۔

قاعدہ (۱۷): جہاں ایسی نشانیاں بنی ہوں وہاں ٹھہر جاؤ (م، ط، ہ، قف، ل) اور جہاں (س) یا (سکتہ) یا (وقفہ) ہو وہاں سانس نہ توڑو، مگر ذرا رک کر آگے پڑھتے چلے جاؤ، اور جہاں ایک آیت میں دو جگہ تین نقطے بنے ہوں اس طرح وہاں

ایک جگہ ٹھہرو، ایک جگہ نہ ٹھہرو چاہے پہلی جگہ ٹھہرو، چاہے دوسری جگہ، اور جہاں (لا) لکھا ہو وہاں مت ٹھہرو، اور جہاں اور نشانیاں بنی ہوں جی چاہے ٹھہرو، جی چاہے نہ ٹھہرو، اور جہاں اوپر نیچے دو نشانیاں بنی ہوں جو اوپر لکھی ہو اس پر عمل کرو۔

قاعدہ (۱۸): جس حرف پر جزم ہو اور اس کے بعد والے حرف پر تشدید ہو تو اس جگہ پر پہلا حرف نہ پڑھیں گے جیسے قَدْ تَّبَیَّنَ میں دال نہ پڑھیں گے اور قَالَتْ طَّآئِفَةٌ میں (ت) نہ پڑھیں گے اور لَئِنْ بَسَطْتَّ میں (ط) نہ پڑھیں گے اور اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰہَ میں (ت) نہ پڑھیں گے اور اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا میں (ت) نہ پڑھیں گے اور اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ میں (ق) نہ پڑھیں گے البتہ اگر یہ جزم والا حرف (ن) ہو یا دو زبر یا دو زیر یا دو پیش سے نون پیدا ہوتا ہو اور اس کے بعد تشدید والا حرف (ی) ہو یا واؤ ہو تو وہاں پڑھنے میں نون کی بُو رہے گی جیسے مَنْ یَّقُوْلُ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ میں نون کی آواز ناک میں پیدا ہوگی۔

فائدہ (۱): پارہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ کے چوتھے رکوع کی چھٹی آیت میں جو یہ لفظ آیا ہے مَجْرٖیھَا اس (ر) کے زیر کو اور زیروں کی طرح نہ پڑھیں گے بلکہ جس طرح لفظ ستارے کی (ر) کا زیر پڑھا جاتا ہے اس طرح اس کو بھی پڑھیں گے۔

فائدہ (۲): پارہ حٰمٓ میں سورۂ حجرات کے دوسرے رکوع کی پہلی آیت میں جو یہ لفظ آیا ہے بِئْسَ الاِسْمُ اس میں بِئْسَ کا سین کسی حرف سے نہیں ملتا اور اس کے بعد کا لام اگلے سین سے ملتا ہے اور اس طرح پڑھا جاتا ہے بِئْسَ لِسْمُ۔

فائدہ (۳): پارہ تِلْکَ الرُّسُلُ سورۂ آل عمران کے شروع میں جو الٓمٓ آیا ہے اس کی میم کو اگلے لفظ اللہ کے لام سے اس طرح ملایا جاتا ہے جس کے ہجے یوں ہوتے ہیں، م، ی، زیر، می، م، ل، زبر، مَلْ، مِیْمَلْ اور بعض پڑھنے والے جو اس طرح پڑھتے ہیں میم مل یہ غلط ہے۔

فائدہ (۴): یہ چند مقام ایسے ہیں کہ لکھا جاتا ہے اور طرح اور پڑھا جاتا ہے اور طرح۔ ان کا بہت خیال رکھو، اور قرآن میں یہ مقامات نکال کر طلبہ و طالبات کو دکھلا دو، اور سمجھا دو۔

مقام اول: قرآن مجید میں جہاں کہیں لفظ اَنَا ہے اس میں نون کے بعد کا الف نہیں پڑھا جاتا بلکہ فقط پہلا الف اور نون زبر کے ساتھ پڑھتے ہیں اس کو بڑھاتے نہیں اس طرح اَنَ۔

مقام (۲): پارہ سَیَقُوْلُ کے سولہویں رکوع کی تیسری آیت میں یَبْصُطُ (ص) سے لکھا جاتا ہے مگر (س) سے پڑھا جاتا ہے اس طرح یَبْسُطَ اکثر قرآنوں میں ایک ننھا سا سین بھی لکھ دیتے ہیں لیکن اگر نہ بھی لکھا ہو جب بھی سین پڑھے اسی طرح پارہ وَلَوْ اَنَّنَا کے سولہویں رکوع کی پانچویں آیت میں جو بَصْطَۃً آیا ہے اس میں بھی (ص) کی جگہ (س) پڑھتے ہیں۔

مقام (۳): پارہ لَنْ تَنَالُوْا کے چھٹے رکوع کی پہلی آیت میں اَفَائِنْ میں (ف) کے بعد الف لکھا جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ اس طرح پڑھتے ہیں اَفَئِنْ۔

مقام (۴): پارہ لَنْ تَنَالُوْا کے آٹھویں رکوع کی تیسری آیت میں لاَاِلَی اللہِ میں پہلے لام کے بعد دو الف لکھے جاتے ہیں مگر ایک الف پڑھا جاتا ہے اس طرح لَاِلَی اللہِ۔

مقام (۵): پارہ لَایُحِبُّ اللہُ کے نویں رکوع کی تیسری آیت میں تبوءَا میں ہمزہ کے بعد الف لکھا جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں تَبُوْءَ۔

مقام (۶): پارہ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کے تیسرے رکوع کی چوتھی آیت میں مَلَائِہٖ میں لام کے بعد الف لکھا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں مَلَئِہٖ اسی طرح یہ لفظ قرآن میں جہاں آیا ہے اسی طرح پڑھا جاتا ہے۔

مقام (۷): پارہ وَاعْلَمُوْا کے تیرھویں رکوع کی پانچویں آیت میں لَا

اَوْضَعُوْا میں لام الف کے بعد الف لکھا جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں لَاْوَضَعُوْا۔

مقام (۸): پارہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ کے چھٹے رکوع کی آٹھویں آیت میں ثمودا میں دال کے بعد الف لکھا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں ثمود اسی طرح پارہ قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ سورہ والنجم کے تیسرے رکوع کی انیسویں آیت میں جو ثَمُوْدَا آیا ہے اس میں بھی الف نہیں پڑھا جاتا۔

مقام (۹): پارہ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ کے دسویں رکوع کی چوتھی آیت میں لِتَتْلُوَا میں واؤ کے بعد الف لکھا جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں لِتَتْلُوَ۔

مقام (۱۰): پارہ سُبْحَانَ الَّذِیْ کے چودھویں رکوع کی دوسری آیت میں لن ندعوا میں واؤ کے بعد الف لکھا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا۔ بلکہ یوں پڑھتے ہیں لَنْ نَدْعُوَ اسی طرح پارہ سُبْحَانَ الَّذِیْ کے سولھویں رکوع کی پہلی آیت میں لِشَاىءٍ میں الف نہیں پڑھا جاتا بلکہ اس طرح پڑھتے ہیں لِشَیْءٍ۔

مقام (۱۱): پارہ سُبْحَانَ الَّذِیْ کے سترہویں رکوع کی ساتویں آیت میں لٰکِنَّا میں نون کے بعد الف لکھا جاتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں لٰکِنَّ۔

مقام (۱۲): وَقَالَ الذِینَ لَایَرْجُوْنَ کے سترہویں رکوع کی ساتویں آیت میں لَا اَذْبَحَنَّهٗ میں لام کے بعد دو الف لکھے جاتے ہیں مگر ایک پڑھا جاتا ہے اس طرح لَاَذْبَحَنَّهٗ۔

مقام (۱۳): پارہ وَمَالِیَ کے چھٹے رکوع کی سینتالیسویں آیت میں لَااِلَی الْجَحِیْمِ میں پہلے لام کے بعد دو الف لکھے جاتے ہیں مگر ایک پڑھا جاتا ہے اس طرح لَاِلَی الْجَحِیْمِ۔

مقام (۱۴): پارہ حٰمٓ سورہ محمد کے پہلے رکوع کی چوتھی آیت میں لِیَبْلُوَا میں

واؤ کے بعد الف لکھا جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں لِیَبْلُوَ اسی طرح اس سورت کے چوتھے رکوع کی تیسری آیت میں نَبْلُوَا میں واؤ کے بعد الف لکھا جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں نَبْلُوَ۔

مقام (۱۵): پارہ تَبَارَکَ الَّذِیْ سورہ دہر کے پہلے رکوع کی چوتھی آیت میں سَلاسِلا میں دوسرے لام کے بعد الف لکھا جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا بلکہ یوں پڑھتے ہیں سَلاسِلَ اور اسی رکوع کی پندرھویں اور سولھویں آیت میں دو جگہ قَوَارِیْرَا، قَوَارِیْرَا آیا ہے اور دونوں جگہ دوسری را کے بعد الف لکھا جاتا ہے۔ سو اکثر پڑھنے والے پہلے قَوَارِیْرَا پر ٹھہر جاتے ہیں اور دوسرے قواریرا پر نہیں ٹھہرتے، اس طرح پڑھنے میں تو یہ حکم ہے کہ پہلی جگہ الف پڑھیں دوسری جگہ الف نہ پڑھیں بلکہ اس طرح پڑھیں قواریر اور اگر کوئی پہلی جگہ نہ ٹھہرے اور دوسری جگہ ٹھہر جاوے تو (دوسری جگہ) کسی حال میں الف نہ پڑھا جائے گا خواہ وہاں وقف کرے یا نہ کرے اور پہلی جگہ اگر وقف کرے تو الف پڑھے ورنہ نہیں صحیح یہی ہے۔[۱]

فائدہ: پارہ وَاعْلَمُوْا میں جو سورۂ توبہ بَرَآءَۃٌ مِنَ اللّٰہِ سے شروع ہوتی ہے اس پر بِسْمِ اللّٰہِ نہیں لکھی اس کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی اوپر سے پڑھتا چلا آتا ہے وہ اس پر پہنچ کر بِسْمِ اللّٰہِ نہ پڑھے ویسے ہی شروع کر دے اور اگر کسی نے اسی جگہ سے پڑھنا شروع کیا ہے یا کچھ سورت پڑھ کر بند کر دیا تھا پھر بیچ میں سے پڑھنا شروع کیا تو ان دونوں حالتوں میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا چاہئے۔[۲]

حفاظ وغیرہ میں مشہور ہے کہ سورۂ برأت (پ۱۰) پر کسی حالت میں بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی۔ سو (یہ غلط ہے) صحیح بات یہ ہے کہ صرف ایک حالت میں اس میں بسم اللہ نہیں ہے، وہ یہ کہ اوپر سے پڑھتے پڑھتے سورۂ برأۃ شروع کرے، باقی اگر تلاوت اسی سورت سے شروع کرے یا درمیان میں کچھ وقفہ کر کے بقیہ سورۃ پڑھے تو بسم اللہ کہے۔[۳]

---

[۱] کمافی جمال القرآن ۱۲ محشی۔ [۲] بہشتی زیور حصہ چہارم۔ [۳] اغلاط العوام ص ۵۰۲۔

باب ۴

اوقاف قرآن مجید

فرمایا: قرآن مجید میں ترکیب کے اعتبار سے وقف تجویز کئے گئے ہیں اور ہر آیت پر وقف ضروری نہیں، گو آیتیں توقیفی ہیں جیسا کہ دوشعر قطعہ بند ہوں تو مضمون چار مصرعوں کامل کر ایک ہوگا۔ مگر ایک شعر کے ختم پر ضرور کہیں گے کہ شعر ختم ہوگیا۔ بعض لوگ وقف کو آیت پر لازم سمجھتے ہیں (یہ غلط ہے) وقف کے معنی قطع النفس (سانس توڑنے) کے ہیں[۱]

قرآن مجید کی آیات اور رموز اوقاف کا شرعی حکم

کلام مجید کی آیات و اوقاف کتاب وسنت واجماع وقیاس (یعنی) ادلۂ اربعہ شرعیہ سے ثابت ہیں اور حتی الوسع اس کی رعایت کرنا ضروری ہے۔ بعض جگہ اس کے خلاف کرنے سے معنی بگڑ جاتے ہیں۔ چنانچہ سورۂ برأت میں آیت وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ پر ٹھہرنا لازمی ہے اور اگر یہاں نہ ٹھہرا اور اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَھَاجَرُوْا کے ساتھ ملادیں تو بالکل معنی فاسد ہوجائیں گے۔ کما لا یخفی۔

اہل زبان کو اس میں کچھ تکلف اور مشقت نہیں ہوتی اور غیر زبان والے کو دشواری پڑتی ہے اس لیے صحابہ کرام کو اس کی تعلیم وتعلم کی حاجت نہ تھی (لیکن) جب قرآن شریف تمام ملکوں میں پھیلا اور ان کی زبان عربی نہ تھی اس لیے خلط ملط کرنے لگے اور بے موقع

[۱] ملفوظات اشرفیہ ص ۷۱، حسن العزیز ص: ۳۸۴ جلد ۲۔

اور غلط پڑھنے لگے، ان کے لیے علماء سلف نے قرآن کے اعراب اور رموز اوقاف تجویز فرمائے اور ضبط کئے تا کہ ان کو سہولت ہو اور جو قصداً اس کے خلاف کرے وہ مخالف جماعت ہے۔ مَا رَآه المسلمون حسَناً فهُو عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ۔[1]

اوقاف کی شرعی حیثیت

اور آیتوں پر وقف کا شرعی حکم

رؤس آیات (یعنی آیتوں) پر وقف قراءت سبعہ کے مثل توقیفی ہیں اور ان میں جو اختلاف ہے وہ اختلاف روایات کی بنا پر ہے۔

(آیتوں کے سوا) باقی جتنے اوقاف ہیں سب امور اجتہادیہ ذوقیہ ہیں اور ذوق لسانی سے ہر لغت میں یہ فصل و وصل مختلف مقامات میں کیا جاتا ہے اور ان میں اختلاف تفسیر و تاویل اور اعراب کے اختلاف کی بناء پر ہے۔ جیسے فقہی مسائل میں حنفیہ و شافعیہ کا اختلاف ہوتا ہے۔[2]

سوال ۲۵۱: قرآن مجید میں جہاں یہ علامت (ﻻ) ہو اس جگہ وقف کرنے کا کیا حکم ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وقف فرماتے تھے بعض علماء اس سے منع کرتے ہیں۔

الجواب: نہ کرنا اولیٰ ہے مگر جہاں منقول ہو وہاں کرنا اولیٰ ہے۔

وقف لازم

فرمایا: ''وقف لازم'' کی حقیقت یہ ہے کہ تتبع سے جہاں ایہام خلاف مقصود ہوا، وہاں وقف کر دیا، مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اور مواقع ہیں کہ جہاں وصل

[1] امداد الفتاوی ۱/۳۰۸۔ [2] امداد الفتاوی ۱/۳۰۔ [3] امداد الفتاوی ۱/۳۰۷۔

سے ایہام خلاف مقصود کا ہے اور وقف وہاں نہیں۔ اور بعض جگہ بالعکس ہے اور نیز جہاں خلاف مقصود کا ایہام ہے وہ وصل سے نہیں بلکہ بے محل فصل سے ایہام خلاف مقصود ہے تو فصل بے محل منع ہوا نہ یہ کہ وقف ضروری مگر اب عوام کو اسی طرح رہنے دیا جائے ورنہ اس کے خلاف میں فتنہ ہے۔[1]

وقف لازم کی حقیقت اور اس کا حکم

وقف لازم میں لزوم بمعنی وجوب یا فرضیت نہیں (کہ جہاں پر وقف لازم لکھا ہوا اس جگہ وقف کرنا ضروری ہو) بلکہ بمعنی استحسان مؤکد ہے (یعنی بہتر ہے اس کا اہتمام کرنا چاہئے) اور اس لزوم کا مدار ایہام پر ہے اگر وصل موہم ارادہ غیر مراد ہو (یعنی جہاں بجائے وقف کے وصل کرنے میں معنی مقصود کے خلاف کا وہم ہوتا ہو) وہاں وقف لازم سمجھا جاتا ہے۔[2]

وقف لازم وہاں ہوگا جہاں وقف نہ کرنا موہم خلاف مقصود ہو (یعنی جہاں وقف نہ کرنے سے معنی مقصود کے خلاف کا وہم ہو وہاں وقف لازم ہوتا ہے) پس جہاں خلاف مقصود کا ایہام نہ ہو وہاں وقف لازم نہ ہوگا۔[3]

وقف قبیح

اسی طرح وقف قبیح میں قبح بمعنی لزوم کفر یا معصیت نہیں (یعنی یہ مطلب نہیں کہ اس جگہ وقف کرنے سے کفر لازم آئے گا یا گناہ پڑے گا بلکہ بمعنی عدم استحسان ہے) یعنی نامناسب اور ناپسندیدہ ہے۔ اور اس کا مدار بھی ایہام پر ہے، جہاں فصل موہم ارادہ غیر مراد ہوتا ہے (یعنی جہاں بجائے وصل کے فصل اور وقف کرنے میں معنی مقصود کے خلاف کا وہم ہوتا ہو) وہاں وقف قبیح سمجھا جاتا ہے۔[4]

[1] امداد الفتاوی ص:۳۰۷ جلد ا۔ [2] امداد الفتاوی ۱/۳۰۱۔ [3] ایضاً ۱/۳۰۹، سوال ۲۵۴۔ [4] ایضاً ۱/۳۰۱۔

وقف غفران اور وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا وقف غفران اور وقف النبی کے متعلق قراء کہتے ہیں کہ وقف کرنے سے مغفرت ہوتی ہے اور وقف النبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے مگر میری نظر سے اس کی کوئی سند نہیں گذری۔[1]

وقف سے متعلق چند ضروری ہدایات

۱- جو شخص معنی نہ سمجھتا ہو اس کو چاہئے کہ انھیں مواقع پر وقف کرے جہاں قرآن میں وقف بنا ہوا ہے بلا ضرورت بیچ میں نہ ٹھہرے البتہ اگر بیچ میں سانس ٹوٹ جائے تو مجبوری ہے پھر مجبوری سے اگر ایسا ہو تو چاہئے کہ جس کلمہ پر ٹھہر گیا تھا اس سے یا اوپر سے پھر لوٹا کر اور مابعد سے ملا کر پڑھے اور اس کا سمجھنا کہ اسی کلمہ سے پڑھوں یا اوپر سے، معنی سمجھے ہوئے بغیر مشکل ہے جب تک معنی سمجھنے کی لیاقت نہ ہو، شبہ کے موقع میں کسی عالم سے پوچھ لے۔[2]

۲- ایسی مجبوری کے وقت اس کا خیال رکھے کہ کلمہ کے بیچ میں وقف نہ کرے بلکہ کلمہ کے ختم پر ٹھہرے۔

۳- حرکت پر وقف کرنا غلط ہے جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں مثلاً اگر کسی شخص کا سانس سورہ بقرہ کے شروع میں بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ کے کاف پر ٹوٹ گیا تو اس وقت کاف کو ساکن کر دینا چاہئے زبر کے ساتھ وقف نہ کریں۔

۴- اسی طرح بے سانس توڑے وقف نہیں ہوتا جیسا کہ بعض لوگ آیت کے ختم پر ساکن حرف تو پڑھتے ہیں مگر بے سانس توڑے دوسری آیت شروع کر دیتے ہیں۔ یہ بھی بے قاعدہ ہے۔[3]

---

۱ کلمۃ الحق ص ۱۴۸۔ ۲ و ۳ جمال القرآن۔

سوال ۲۵۲: قرآن مجید کے مواضع اوقاف میں اس طرح وقف کرنا کہ محض حروف ساکن کر دے اور سانس توڑے بغیر آگے گذر جائے جیسا کہ اکثر حفاظ کی عادت ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: شرعاً جائز ہے یعنی گناہ نہیں لیکن عربیت وفن قراءت کے خلاف ہے (اس وجہ سے خلاف اولیٰ ہے)۔ واللہ اعلم۔ (مرتب) [1]

تشدید پر وقف

سوال ۲۵۳: حروف مشدد پر وقف سکون کے ساتھ کیا جائے یا تشدید کے اشارہ واظہار کے ساتھ اور اس حکم میں راء اور نون اور باقی حروف میں کچھ فرق تو نہیں؟

الجواب: قدرے (یعنی کچھ) تشدید کا اثر ظاہر ہونا چاہئے خواہ کوئی حرف ہو [2]

ض کی بابت خلاصۂ کلام

(ض کی ادائیگی میں لوگوں کی) دو عادتیں ہوگئی ہیں۔ ایک دال کے مخرج سے نکالنا، دوسرے ظا کے مخرج سے نکالنا، دونوں غلط ہیں۔ صحیح مخرج سے نکالنا چاہئے۔ اس سے صوت مشابہ ظا (یعنی ظا کے مشابہ آواز) پیدا ہوگی نہ کہ عین ظ کی [3]

سوال ۲۴۳: ضاد کو کس طرح پڑھنا چاہئے، اکثر فقہاء کا کیا قول ہے۔

الجواب: فی الجزرية والضاد من حافته اذولیا لاضر اس من ایسرا ویمناها.

(یعنی ضاد حافہ لسان (زبان کی کروٹ) اور (اوپر) کی ڈاڑھوں سے نکلتا ہے بائیں طرف سے نکالو یا داہنی طرف سے) جب مخرج معلوم ہوگیا تو ضاد کے ادا کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اس کے مخرج سے نکالا جائے۔ اب اس طرح نکالنے سے مہارت نہ ہونے کی وجہ سے خواہ کچھ ہی نکلے، معاف ہے۔ اگر قصداً دال یا ظا پڑھے وہ جائز نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے دال پڑھنے کی عادت کر لی ہے۔

---

[1] امداد الفتاوی ۱/۳۰۷۔ [2] امداد الفتاوی ۱/۳۰۸۔ [3] امداد الفتاوی ۱/۲۹۲۔

اور بعض لوگوں نے فقہاء کے کلام میں یہ دیکھ کر کہ ضاد مشابہ ظا ہے، ظا، پڑھنا شروع کر دیا۔ حالانکہ مشابہت کی حقیقت صرف مشارکۃ فی بعض الصفات ہے۔ (یعنی چند صفات میں اشتراک ہے) اور مشارکت فی بعض الصفات سے اتحادِ ذات لازم نہیں آتا۔[1]

(الغرض) ضاد کی جگہ دال پڑھنا بھی غلط ہے اور ظاء پڑھنا بھی غلط ہے، اور قصداً غلط پڑھنا گناہ ہے، گو بوجہ عموم بلوی نماز دونوں کی فاسد نہیں ہوتی میرے نزدیک سب کی نماز درست ہو جاتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ صحیح سیکھنے کی کوشش نہ کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔[2]

ض کو حتی الوسع اس کے مخرج سے نکالنے کا قصد کرے خواہ نکلے یا نہ نکلے، صحیح نکلے یا غلط نکلے، ظا نکلے یا دال نکلے، شرعاً وہ معذور اور مصیب ہوگا بلکہ باوجود تکلف اور مشقت کے اگر ادا نہ ہوگا تب بھی دو اجر ملیں گے۔ ایک اجر قراءت کا، دوسرے مشقت کا۔ لیکن اس کے سیکھنے کی کوشش کرنا ہمیشہ واجب ہے کوتاہی کرے گا گنہگار رہوگا۔[3]

تنبیہ

''ض'' کو ذال پر یا باریک یا دال کے مشابہ جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کے پڑھنے کی عادت ہے ایسا ہرگز نہیں پڑھنا چاہئے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اسی طرح خالص ظا پڑھنا بھی غلط ہے البتہ اگر ضاد کو اس کے مخرج سے صحیح طور پر ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظا کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے دال کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی علم تجوید اور قراءت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے۔[4]

فرمایا اگر کوئی غیر قادر ہم سے پوچھے گا کہ صاحب میں ضالین کو کیا پڑھوں؟

تو ہم یوں کہیں گے کہ تم ''ض'' کو اس کے مخرج سے نکالنے کا قصد کرو، پھر خواہ کچھ بھی نکلے تم معذور رہو، یہ نہ کہیں گے کہ دالّین پڑھو یا ظالین پڑھو۔[5]

---

[1] امداد الفتاویٰ ۱/۲۶۸ [2] امداد الفتاوی ۱/۲۹۲۔ [3] امداد الفتاوی ۱/۲۹۲۔ [4] جمال القرآن ص ۱۲۔
[5] انفاس عیسیٰ ص: ۴۷، القول الجلیل ص ۴۳۴۔

انتشار کے موقع میں قراءت سبعہ پڑھنا ناجائز ہے

سوال: بعض مقامات میں قراءت سبعہ کا چرچا حد سے تجاوز کر چلا ہے بعض حفاظ لڑکوں اور جاہلوں کو مختلف روایتیں یاد کرا کے پڑھاتے اور پڑھواتے ہیں اور اس کو بطور ریاء کے پڑھتے ہیں، تراویح میں بھی ایسا ہوتا ہے۔ اس زمانہ پر آشوب میں اس طرح پڑھنے پڑھانے میں کیا یہ خوف نہیں ہے کہ جہال اور مخالفین اسلام ان اختلافات کو سن کر تشویش میں مبتلا ہوں گے اور فتنہ کا خوف ہوگا کیا یہ فعل روکنے کے قابل نہیں ہے؟ میرا یہ خیال ہرگز نہیں کہ اس کی تعلیم بند ہو لیکن قراءت جاننے والوں کو چاہئے کہ ہر کس و ناکس کو سوائے روایت حفص اور تجوید کے کچھ نہ پڑھایا کریں۔

الجواب: قاعدہ شرعیہ ہے کہ مباح بلکہ مستحب بھی جب حرام کا سبب بن جائے وہ حرام ہو جاتا ہے: **قال اللہ تعالیٰ وَلاَ تَسُبُّو الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّو اللهَ عَدوًا بِغَيْرِ عِلْم۔**

آیت حدیث وفقہ سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جس عمل سے عوام و جہلا میں مفسدہ وفتنہ اعتقادیہ یا عملیہ قالیہ یا حالیہ پیدا ہو، اس کا ترک خواص پر واجب ہے باقی فتنہ کا ہونا نہ ہونا، یہ مشاہدہ سے معلوم ہوسکتا ہے۔ سوال میں بعض حالات جو فتنہ (وانتشار) قراءت سبعہ (پڑھنے) پر مرتب ہونا مذکور ہے وہ مشاہد ہے پس فتویٰ شرعی کے مطابق خاص ان احوال میں قراءت سبعہ کا استعمال ممنوع ہوگا۔ اور اگر اس کے ساتھ قاری کی نیت بھی اظہار علم ودعوائے کمال وریاء اور تصنع وتفاخر کی ہو تو یہ فتنہ اس کے لیے مزید برآں ہے[1]

''نیز'' قاعدہ شرعیہ ہے کہ جس مباح سے اور جس مستحب سے عوام کسی دین کی خرابی میں پڑ جائیں وہ فعل خواص کے لیے بھی جائز نہیں رہتا حالانکہ وہ خود اس خرابی سے بچے ہوئے ہیں۔ ایسے موقع پر خواص کو لازم ہے کہ وہ خود بھی ایسے فعل مباح کو بلکہ ایسے فعل مستحب کو بھی

[1] امداد الفتاوی ص ۲۹۷، سوال ۳۴۲۔

چھوڑ دیں جس سے عوام کی خرابی کا اندیشہ ہو، (کیونکہ) مصلحت اور مفسدہ جب جمع ہوتے ہیں تو مفسدہ کو ترجیح ہوتی ہے کیونکہ دوسرے شخص کا خرابی میں پڑ جانا یہ بھی تو مفسدہ ہے۔

(مثال کے طور پر) کسی قاری صاحب نے نماز پڑھائی اور قراءت کے جوش میں آکر آپ نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد پڑھنے میں احد پر وقف نہیں کیا بلکہ اس کو اَللّٰهُ الصَّمَدُ سے ملا کر پڑھا تو چونکہ احد پر تنوین ہے، اس لیے عربیت کے قاعدہ سے اس صورت میں اللہ الصمد کا ہمزہ حذف ہو جائے گا اور احد کی تنوین نون مکسور ہو کر لام سے مل جائے گا اور اس طرح پڑھا جائے گا۔ اَحَدُنِ اللّٰهُ الصَّمَدُ تو گو انہوں نے صحیح پڑھا تھا مگر عوام تو نہیں سمجھتے۔ یہاں تک بحث بڑھی کہ اس پر فوجداری ہوگئی کہ اس قاری نے نیا قرآن شریف کہاں سے نکالا، اور بعض جاہلوں نے ان قاری صاحب کی نقل اتاری، جاہل کی نقل ہی کیا، انہوں نے یہ کیا کہ اَحَدُ پر وقف بھی کیا اور نون مکسور بھی پڑھا یعنی نِ اللّٰهُ الصَّمَدُ پڑھا جو بالکل غلط ہے خدا بچائے جہل بھی کیا بری چیز ہے۔

اب فرمایئے اس موقع پر کیا کیا جائے گا؟ یہی کیا جائے گا کہ جہاں جہل ہو اس قاری کو حکم دیا جائے گا کہ ایسا نہ کرے کیوں؟ اس واسطے کہ عوام اس سے گڑبڑی میں پڑتے ہیں اور ایسی بات کرنا جس سے عوام میں گڑبڑی ہو، جائز نہیں (بشرطیکہ وہ واجب اور فرض نہ ہو)۔[1]

---

[1] نقد اللبیب فی عقد الحبیب ملحقہ مواعظ میلاد النبی ۵۹۲۔